پیارے انبیاء کرام کی زندگیوں کے حالات و واقعات

نبیوں کے قصے

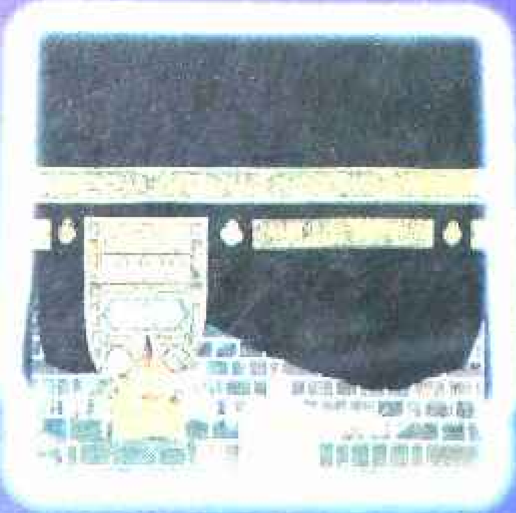

★ حضرت آدمؑ ★ حضرت نوحؑ ★ حضرت ہودؑ
★ حضرت یونسؑ ★ حضرت صالحؑ ★ حضرت ابراہیمؑ
★ حضرت اسمٰعیلؑ ★ حضرت یوسفؑ ★ حضرت شعیبؑ
★ حضرت موسیٰؑ ★ حضرت داؤدؑ ★ حضرت سلیمانؑ
★ حضرت زکریاؑ ★ حضرت یحییٰؑ ★ حضرت عیسیٰؑ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف
امیر جان

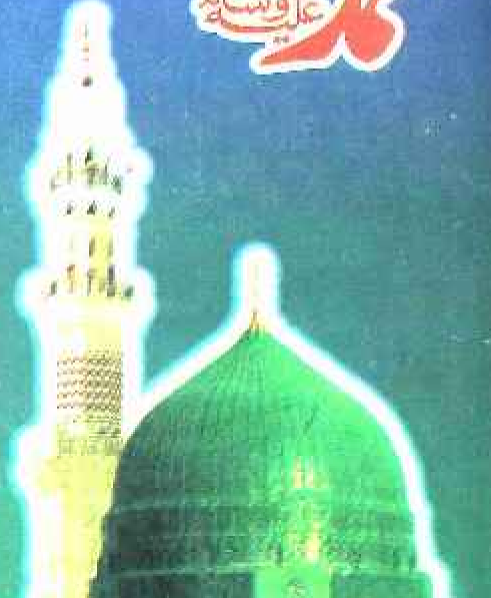

فرید پبلشرز
اردو بازار کراچی فون: ۲۶۲۴۳۸۱-۴۴۴۰۰۵۷

پیارے
نبیوں کے قصے

انبیائے کرامؑ کے حالات وواقعات

مؤلف
امیر جان

فرید پبلشرز

شاپ نمبر ۱۲ مُبارک محل بالمقابل
مقدس مسجد اردو بازار کراچی،
فون:- ۲۷۷۰۰۵۷

جُملہ حَقوق بَحق ناشر محفوظ

ناشر	سید فرید حسین
تالیف	امیر جان
تزئین	سیّد رفعت حسین
اشاعت	جنوری ۲۰۰۴ء
کتابت	محمد ایوب خان
مطبع	اے اینڈ ایس پرنٹرز ناظم آباد نمبر ۲
قیمت	RS. R160.

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

مدیر اعلیٰ ہمدرد نونہال

بچوں کے لئے لکھنا جتنا ضروری اور مفید ہے، اتنا ہی مشکل ہے، آسان زبان لکھنا آسان نہیں بہت مشکل ہے، لیکن یہ ایسی مشکل ہے جس کا مقابلہ کرنا ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے جس کو قلم سے کام لینا آتا ہو۔ بچوں کے لئے لکھنے کے لئے لکھنے والے کو پہلے خود بہت مطالعہ کرنا چاہئے اور جس موضوع پر وہ قلم اٹھا رہا ہے اس موضوع کا پوری گہرائی اور وسعت کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہئے۔

خوشی کی بات ہے کہ پہلے کے مقابلے میں اب بچوں کے ادب کی طرف توجہ زیادہ ہے اور بچوں کے لئے مضامین، کہانیاں اور کتابیں پہلے سے زیادہ لکھی جارہی ہیں بچون کے لئے تفریحی اور ہلکی پھلکی تحریریں لکھنے کے علاوہ سبق آموز، ولولہ انگیز کہانیاں، معلوماتی، سائنسی اور تاریخی مضامین لکھنے کی ضرورت ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ بچوں کو ان کے دین اور ان کی تاریخ کے بارے میں دلچسپ اور آسان انداز میں بتایا

جائے۔ اخلاقی خوبیوں اور نیکیوں کی طرف مائل کیا جائے تاکہ وہ بڑے ہو کر معاشرے اور ملک کے لئے قیمتی سرمایہ ثابت ہوں۔

جناب امیر جان ایک اچھے استاد ہیں اسی کے ساتھ ان میں دینی علم کی اشاعت کا جذبہ بھی ہے انہوں نے بچوں کے لئے اپنے قلم کو استعمال کیا ہے اور انبیائے کرام کی زندگیوں پر لکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ انبیائے کرام کی زندگی کے واقعات پڑھتے ہوئے بچے ان کی تعلیمات سے بھی واقف ہو جائیں۔ اس طرح امیر جان صاحب بچوں میں دین سے محبت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر بچے اپنے بزرگوں، انبیا، صحابہ اور اولیائے کرام کے حالات دلچسپی سے بڑھیں تو ان میں بھی اطاعت الٰہی کے علاوہ دین واخلاق کے لئے مشکلات برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا اور وہ نیکی اور اچھے کاموں پر مائل ہوں گے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف کو مزید تحقیق احتیاط اور صحت کے ساتھ بچوں کے لئے لکھنے کی ہمت عطا کرے گا اور اس طرح ان کا مقصد یعنی اشاعت دین اور اشاعت علم پورا ہوگا۔

ایک گرانقدر کام

(خان آصف)

بچوں کے ادب کا تخلیق کرنا ایک مشکل کام ہے اس لئے ادیب کو بچوں کی سطح پر اتار کر ان کی نفسیات کے مطابق ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا ہوتا ہے جو عام فہم ہونے کے ساتھ اثر انگیز بھی ہوں۔ اثر انگیزی دنیا کے ہر تخلیقی کام کی بنیادی شرط ہوتی ہے اگر کوئی مضمون یا نظم بے اثر ہے تو وہ بچوں کے لئے ہو یا بوڑھوں کے لئے رائیگاں جاتی ہے۔

اسی طرح بچوں کے لئے تاریخ لکھنا اور بھی مشکل ہوتا ہے پھر جب مذہبی تاریخ کا مرحلہ آتا ہے تو یہ کام مشکل ترین ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ادیب اور شاعر بچوں کا ادب تخلیق کرنے سے جان چراتے ہیں۔ مگر امیر جان صاحب نے بچوں کے معاملے میں بہت جاں سوزی سے کام لیا ہے۔

پاکستانی بچوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ ہر دور میں ''مسموم فضاؤں'' اور ''زہریلی ہواؤں'' کے زیر اثر رہے۔ ۷۰ء کے عشرے سے ان کے ناپختہ ذہنوں کو ڈائجسٹوں میں شائع ہونے والی پراسرار اور دیومالائی کہانیوں کی

یلغار نے خراب کیا۔ پھر جب پاکستان ٹیلیویژن کی نشریات عام ہوئیں تو یہاں بھی ''عینک والا جن'' جیسی بے مقصد کہانیاں بچوں کی ذہنی تربیت کر کے انہیں سیر وتفریح کا سبق دے کر حقیقی منزل سے دور لے جاتی رہیں حالانکہ ٹیلیویژن سب سے موثر میڈیا ہے۔ متحرک کرداروں کے ذریعے دیئے جانے والے پیغامات ذہنوں پر نقش ہونے کے ساتھ ساتھ دل کی گہرائیوں میں بھی اتر جاتے ہیں۔ مگر افسوس ہمارا سب سے طاقتور ہتھیار بھی بیکار گیا اور ہمارے بچے اپنی تاریخ اور مذہب سے آگاہی حاصل کرنے کے بجائے مزید بے راہ رو ہو گئے۔

پھر جب الیکٹرانک میڈیا نے بین الاقوامی نشریات کا احاطہ کیا اور ''ڈش انٹینا'' یا ''کیبل'' کے ذریعے فحش اور بے ہودہ پروگرام گھر گھر پہنچانے کا انتظام کیا تو رہی سہی امیدیں بھی ختم ہو گئیں اب ہمارے بچوں کی جنرل نالج (معلومات عامہ) کا یہ حال ہے کہ انہیں کرکٹ کے کھلاڑیوں، انگریزی گلوکاروں اور بھارتی اداکاروں کے نسب نامے تک یاد ہیں۔ مگر اپنی تاریخ کا پہلا ورق بھی یاد نہیں۔ ایسی مایوس کن فضا میں ''فرید پبلشرز'' کے مالک سید فرید حسین بڑے حوصلے کے انسان ہیں کہ انہوں نے انبیائے کرام کے حالات زندگی شائع کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا۔

اس کتاب کے مؤلف جناب امیر جان ہیں جن کا تعلق درس وتدریس کے مبارک پیشے سے ہے۔ ایک مسلمان استاد کا پہلا اور آخری فریضہ ہی یہ

ہوتا ہے کہ وہ ''بے خبر'' لوگوں کو خبردار کر سکتے ہیں۔

جناب امیر جان نے بڑے خلوص، خوش نیتی، ریاضت اور جاں سوزی کے ساتھ ان برگزیدہ و محترم ہستیوں کی مختصر تاریخ قلم بند کی ہے مذکورہ کتاب میں تحقیقی کاوشیں بھی نظر آتی ہیں۔ لہجہ و بیان کی سچائی بھی، سادگی بھی اور دل نشینی بھی دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ ان کی محنتوں کو ثمر بار کرے اور قبولیت عام کا درجہ عطا فرمائے۔ (آمین)

خان آصف

۲۱ فروری ۲۰۰۰ء

کراچی

ابتدائیہ

کتاب ہذا میں انبیائے کرام کے قصے آسان اور عام فہم زبان میں بیان کئے گئے۔کوئی بھی جو تھوڑا بہت پڑھا لکھا ہو وہ آسانی سے پڑھ کر سمجھ سکے گا یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ختمی مرتبت محمد ﷺ سے قبل تک ”ایک لاکھ چوبیس ۲۴ ہزار انبیاء علیہ السلام مبعوث ہوئے اور سب سے آخری نبی حضور اکرم ﷺ ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا انبیاء کرام کے حوالے سے معلومات کا سرچشمہ اور ذریعہ فی الحقیقت قرآن کریم ہی ہے جو حق اور صداقت پر مبنی ہے۔

انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں بڑی صبر آزما منزلوں سے گزرنا پڑا۔اور نافرمانوں و مشرکوں کا مقابلہ کرنا پڑا، اس کے باوجود تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

جتنے بھی نبی علیہ السلام آئے سب نے یہی درس دیا کہ اللہ ہی زمین آسمان کا رب ہے اس کی عبادت کرو۔وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں ان کی تعلیمات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انبیائے کرام نے نہ صرف بت پرستی سے روکا بلکہ کمزوروں اور غریبوں کی اعانت کے لئے ایثار کا مظاہرہ کیا، اور تلقین کی کہ وہ بھی بنی نوع انسان کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں،

مایوس اور درماندہ لوگوں کی مدد کریں۔ مصائب میں گھرے ہوئے لوگوں کا ساتھ دیں تاکہ ان کے مصائب میں کمی آئے۔ مظلوموں کو تحفظ فراہم کریں، پریشان حال لوگوں کا خیال رکھیں بدامنی کی حالت میں امن وسلامتی کی فضاء قائم کریں۔

امیر جان

پرنسپل، پاک اسلامیہ پبلک اسکول

محمد خان کالونی اتحاد ٹاؤن کراچی

فہرست مضامین

(۱)	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۱۱
(۲)	حضرت آدم علیہ السلام	۴۵
(۳)	حضرت نوح علیہ السلام	۵۰
(۴)	حضرت ہود علیہ السلام	۶۱
(۵)	حضرت یونس علیہ السلام	۶۸
(۶)	حضرت صالح علیہ السلام	۷۳
(۷)	حضرت ابراہیم علیہ السلام	۷۷
(۸)	حضرت اسمٰعیل علیہ السلام	۹۸
(۹)	حضرت یوسف علیہ السلام	۱۰۹
(۱۰)	حضرت شعیب علیہ السلام	۱۳۱
(۱۱)	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۳۵
(۱۲)	حضرت داؤد علیہ السلام	۱۶۵
(۱۳)	حضرت شموئیل علیہ السلام	۱۶۷
(۱۴)	حضرت سلیمان علیہ السلام	۱۷۱
(۱۵)	حضرت زکریا علیہ السلام	۱۸۲
(۱۶)	حضرت یحییٰ علیہ السلام	۱۸۸
(۱۷)	حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۱۹۷

محسن انسانیت وفخر رسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے پیارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں پیدا ہوئے اسی سرزمین پر پہلے بھی انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے ہر نبی نے اپنے زمانے اور حالات کے مطابق شریعت کی باتیں بتائیں لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔ نیکی کی دعوت دی، برائی سے روکا، آخر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے آپ نے بھی وہی تعلیم دی جو سابق نبیوں نے دی۔

ہمارے پیارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول بروز پیر صبح صادق کے وقت مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ بچہ کا نام ''محمد'' رکھا گیا۔ ایسا نام عرب میں کسی نے نہیں رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں پیدا ہوئے اسے عام الفیل کہا جاتا ہے۔ فیل کے معنی ہاتھی کے ہیں۔ یمن کا بادشاہ ابرہہ کعبہ پر حملہ کرنے کی غرض سے آیا تھا فوج کے سپاہی ہاتھیوں پر سوار تھے۔ ابرہہ کا مقابلہ کسی نے نہیں کیا۔ خدا کا کرشمہ دیکھئے کہ اللہ نے ابرہہ کو پسپا کر دیا اس کے بہت سے سپاہی ہلاک ہوئے۔

عرب میں دستور تھا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی دایہ کے حوالے کر دیا جاتا۔ اور وہ اپنے گاؤں لے جا کر اپنی نگرانی میں پرورش کرتی۔ بچہ کھلی ہوا میں پرورش پاتا۔ تندرست وتوانا رہتا، صاف ستھری زبان سیکھتا، زبان میں

فصاحت و بلاغت ہوتی۔ چنانچہ اسی روایتی دستور کے مطابق آپ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ کے حوالے کیا گیا۔ جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو حضرت آمنہؓ کے پاس لے آئی۔

کچھ عرصہ بعد حضرت آمنہؓ کا انتقال ہو گیا۔ ماں کی شفقت سے محروم ہونے کے بعد آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے پرورش کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی۔ عبدالمطلب آپ ﷺ کو پیار ومحبت کے ساتھ پرورش کرتے رہے۔ دو سال کے بعد ان کی وفات ہوگئی تو آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کو لے لیا۔ ہر طرح سے آپ ﷺ کا خیال رکھا۔ اور آپ ﷺ کی نگرانی کرتے رہے۔ جب آپ ﷺ کچھ سمجھدار ہوئے تو تجارتی سفر میں ابو طالب کے ساتھ جاتے تھے۔ آپ ﷺ بکریاں بھی چراتے تھے، اپنے چچا کے گلوں کی رکھوالی بھی کرتے اور چرانے کے لئے جنگل لے جاتے۔

آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ کئی تجارتی سفر کئے۔ خرید و فروخت کے طریقے سیکھے۔ سفر کے دوران بہت سے لوگوں سے ملاقات ہوئی، ان سے بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ آپ ﷺ اکثر ملک شام جایا کرتے تھے۔

مکہ میں ایک خاتون رہتی تھیں۔ نام خدیجہ تھا۔ عورت تو تھیں لیکن باصلاحیت تھیں وہ بھی تجارت کرتی تھیں اور اپنا مال ملک شام بھیجتی تھیں۔

حضرت خدیجہ آپ ﷺ کے بارے میں اکثر سنا کرتی تھیں کہ آپ ﷺ ایک کامیاب تاجر ہیں اور آپ ﷺ کی اعلیٰ صفات اور حسن اخلاق سے بھی واقف تھیں۔ لوگوں کی زبان سے یہ کہتے سنا کہ آپ ﷺ صادق اور امین ہیں، لوگوں پر رحم کرتے ہیں۔

حضرت خدیجہؓ دل میں کہنے لگیں کہ ایسے راست باز اور سچے آدمی سے ملنا چاہئے شاید وہ کاروبار میں مدد کرسکیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا۔ حضور اکرم ﷺ، بی بی خدیجہؓ کے گھر پہنچے۔ بی بی خدیجہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ تجارتی مال لے جا کر فروخت کریں۔ مجھے آپ ﷺ جیسے شخص کی ضرورت ہے

حضور ﷺ نے اس پیش کش کو منظور کرلیا۔ چنانچہ تجارت کا مال لے کر شام جانے کے لئے تیار ہوگئے۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا غلام میسرہ آپ ﷺ کی خدمت کے لئے ہمراہ کر دیا قافلہ روانہ ہوا۔ آپ ﷺ ملک شام کی طرف جارہے تھے تو راستہ میں بصرہ کے قریب ایک یہودی عالم ربی رہتا تھا۔ آپ ﷺ اس کے قریب سے گزرے کچھ دیر ستانے کے لئے ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ ربی نے آپ ﷺ کو خوب غور سے دیکھنا شروع کیا اور میسرہ کو اشارے سے اپنے پاس بلا کر پوچھا۔

"یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟" اس نے کہا اس شخص کا تعلق قبیلہ قریش سے ہے۔

ربی نے کہا: ”خدا کی قسم! اس درخت کے سایہ تلے سوائے نبی کے کوئی نہیں بیٹھتا۔ کاش، میں اس وقت تک زندہ رہتا جب اس شخص کو نبوت ملتی۔“

شام کے سفر سے واپس لوٹے، مال فروخت کرنے کے بعد جو رقم حاصل کی آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے حوالے کی۔ حضرت خدیجہؓ نے میسرہ سے سفر میں پیش آنے والے حالات دریافت کیے اور آپ ﷺ کے بارے میں بھی پوچھا۔

میسرہ نے سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات اور آپ ﷺ کے صالح کردار کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتادیا۔ میسرہ نے جو باتیں بتائیں اس سے آپؓ بہت متاثر ہوئیں اور حضور ﷺ کی زوجیت میں آنے کے لئے آپ ﷺ سے نکاح کی درخواست کی۔

آنحضرت ﷺ نے پیش کش منظور کرلی۔ آپ ﷺ کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی۔ ۱۵ سال کا فرق تھا، نکاح ہوگیا تقریب میں حضرت حمزہؓ، ابو طالب، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور برادران قریش شریک ہوئے حضور ﷺ نے مہر میں بیس اونٹ دیئے۔

شادی کے بعد حضور اکرم ﷺ کی حالت بہتر ہوگئی آپ ﷺ غریبوں کا خیال رکھتے تھے۔ بے کسوں کی مدد فرماتے تھے، مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے تھے۔ قریش آپ ﷺ کی سچائی اور حسن اخلاق کے قائل ہوگئے ہر شخص آپ ﷺ کی تعریف کرتا تھا۔

انجمن حلف الفضول:

یوں تو سارے عرب میں گمراہی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف بدنظمی اور انتشار کا ماحول پایا جاتا تھا۔ کمزوروں کا جینا دوبھر ہو چکا تھا انصاف نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ مکہ کے حدود میں بھی کچھ اسی قسم کی حالت پائی جاتی تھی باہر سے کوئی تاجر مال لے کر آتا تو لوٹ لیا جاتا۔ یا مال خرید کر رقم نہیں دیتا، کوئی کسی کا حق دبا بیٹھتا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان خرابیوں کے باعث بہت دکھ پہنچتا تھا۔ مکہ کے سنجیدہ اور انصاف پسند لوگوں نے حلف الفضول کے نام سے ایک انجمن کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد یہ تھا کہ ہر اس مظلوم کی حمایت کی جائے جو شہر مکہ کے حدود میں پایا جائے خواہ وہ وہیں کا باشندہ ہو یا اجنبی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو بہت پسند فرمایا۔

خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر:

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ آج سے چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی۔ تعمیر میں حضرت اسماعیلؑ نے بھی حصہ لیا۔ خانہ کعبہ جس حالت میں آج نظر آ رہا ہے، پائیداری اور خوبصورتی کے اعتبار سے قدیم کعبہ سے بہت فرق ہے۔ صدیاں گزر گئیں آج بھی اللہ کا یہ

گھر قائم ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ خراب موسمی حالات اور بارشوں کی وجہ سے عمارت بوسیدہ ہو جاتی تھی تو مرمت کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ جب سرکار دو عالم کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی تو ایک مرتبہ پھر ضرورت پیش آئی تو تعمیر کا کام شروع ہوا۔ کام تو مکمل ہو چکا، صرف سنگ اسود رکھنے کی باری آئی، سنگ اسود رکھنا ہر شخص کے لئے ایک اعلیٰ اعزاز تھا۔ سرداروں میں سے ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اس کے حصے میں آئے اس کے لئے لڑائی جھگڑے کی نوبت آ چکی تھی۔ بعد میں اتفاق رائے سے یہ بات منظور ہوئی کہ اگلے روز صبح سویرے سب سے پہلے جو شخص صحن کعبہ میں داخل ہوگا وہ جو فیصلہ کرے گا، ہم مان لیں گے۔

دوسری صبح سرکار دو عالم کو صحن کعبہ کی طرف آتے ہوئے دیکھ کر سب نے ایک آواز ہو کر کہا۔ صادق آ گئے، امین آ گئے۔ سرداروں نے فیصلہ کرنے کا اختیار آپ ﷺ کو دیا آپ ﷺ ثالث مقرر ہوئے آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی درمیان میں آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سنگ اسود رکھا اور اس کے کونے سرداروں سے پکڑوا کر حجر اسود کو خانہ کعبہ تک لے گئے اس کی جگہ پر رکھ دیا آپ ﷺ کے اس منصفانہ فیصلے کی سب نے تعریف کی۔

رسول اکرم ﷺ کا ہر لمحہ اور ہر وقت عبادت الٰہی میں گزرتا تھا آپ ﷺ ہر کام اللہ کی مرضی کے مطابق کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی صحابی نے

حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ فرمایئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر ہر لمحہ اللہ کا ذکر رہتا تھا۔“

مکہ معظّمہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے یہاں ایک غار ہے یہ جگہ بالکل سنسان ہے، یہ غار حرا کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن تک اس غار میں گزارتے، اللہ کا ذکر کرتے، اور عبادت میں مصروف رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر الٰہی میں مشغول تھے کہ اچانک ایک نورانی جسم نمودار ہوا، یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ فرشتے نے کہا ”پڑھ!“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خیال نہیں کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری قوت سے دبا رہا ہے پھر آواز آئی ”پڑھ!“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میں کیا پڑھوں؟“ جواب ملا:

”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے (ہر کائنات) کو پیدا کیا اور انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھئے آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“ یہ پہلی وحی تھی جو آپ پر نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہوئے۔

اللہ کے رسول گھر تشریف لائے۔ حضرت خدیجہؓ سے غار حرا میں جو کچھ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا دیا حضرت خدیجہؓ نے جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا فوراً ایمان لے آئیں اور فرمایا۔

"خدا کی قسم اللہ آپ ﷺ کو کبھی رنجیدہ نہیں کرے گا۔ آپ رشتہ داروں کے کام آتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بے کسوں کی مدد کرتے ہیں۔ ناداروں کا خیال رکھتے ہیں مہمان کی تواضع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں، بے ہودہ بات نہیں کرتے۔"

حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور واقعہ بیان کیا۔ وہ الہامی کتابوں کے عالم تھے، پکار اٹھے "پاک ہے پاک...... محمد ﷺ پیغمبر ہیں پریشان نہ ہوں۔"

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ بن حارث جو آپ ﷺ کے غلام تھے اور دیرینہ رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ، آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے زیر اثر حلقہ کے لوگوں کو بھی دائرہ اسلام میں لے آئے، جن میں حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ شامل تھے۔

ایمان لانے والوں میں اضافہ ہی ہوتا رہا، حتیٰ کہ مسلمانوں کی تعداد تیس سے بڑھ گئی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے حضرت ارقمؓ کے گھر کو مرکز بنالیا تین برس تک اشاعت اسلام کا کام خفیہ طور پر جاری رہا۔

چوتھے سال حکم الٰہی صادر ہوا "جو آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے وہ علی

کی پرواہ نہ کریں۔" (الحجر ۹۴)

اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ کھلے عام تبلیغ کرنے لگے اس کے بعد پھر اللہ نے حکم دیا۔ "اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراتے رہئے۔" (الاشعراء ۲۱۴)

حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے گھر میں ایک ضیافت کا اہتمام کیا اور اپنے رشتہ داروں کو مدعو کیا، کھانے کے بعد آپ ﷺ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"میں وہ چیز لے کر آیا ہوں، جس میں دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی ہے۔" پھر آپ ﷺ نے مہمانوں سے پوچھا ایک نیک کام ہے اس میں کون میرا ساتھ دے گا مجلس میں خاموشی چھا گئی جواب کسی سے نہ بن پڑا اچانک حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میں عمر میں کمسن ہوں لیکن میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا حضرت علیؓ کے کہنے پر لوگ ہنس پڑے، کچھ نے تو مذاق بھی اڑایا۔ مجلس برخاست ہوگئی۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے عزیزوں کو متوجہ کیا۔ آپ ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور قریش کے لوگوں کو ہر ایک کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا جب سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک مسلح لشکر جمع ہے اور تم پر حملہ کرنے والا ہے کیا مجھے سچا سمجھو گے؟"

لوگوں نے جواب دیا۔
''تمہیں صادق اور امین پایا ہے تو جو کچھ کہے گا سچ کہے گا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم کو ایک خدا کی جانب بلاتا ہوں، اور تمہارے دلوں میں جو وہم ہے میں اسے دور کرنا چاہتا ہوں میں تمہیں خبردار کررہا ہوں کہ کفر و شرک سے باز آجاؤ ایک خدا پر ایمان لاؤ۔ ورنہ تم برباد ہوجاؤ گے تم اس دن سے ڈرو جب خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔''

قریش آپ کی زبانی حق بات سن کر حیران رہ گئے اور باپ دادا کے دین اور بت پرستی کے خلاف آواز سن کر طیش میں آگئے آپ کے چچا ابولہب غضب ناک ہو کر کہنے لگے کیا اسی غرض سے تونے ہم سب کو جمع کیا تو رسوا ہوگا۔

آپ نے جتنی بھی باتیں بتائیں اس پر کسی نے توجہ نہ دی جب آپ ﷺ نے بتوں اور بت پرستی کے خلاف بولنا شروع کیا تو سب آپ ﷺ کے دشمن ہوگئے۔

ایک دن رسول اکرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ فاصلے پر آپ ﷺ کے مخالفین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں شامل عتبہ بن ربیعہ بھی تھا وہ رسول اکرم ﷺ کے قریب آیا اور کہا ''اے میرے بھائی کے بیٹے! ہم اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہیں تم نے ہمارے درمیان پھوٹ ڈال دی ہے، گھروں میں جھگڑے پیدا ہوگئے۔ ایک شرط پر، تمہاری خواہش پوری کرنے کے

لئے تیار ہیں۔ وہ شرط یہ ہے کہ ہمارے باپ دادا کے دین کو برا نہ کہو اور ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو۔ جو کچھ مانگو گے ہم دینے کے لئے تیار ہیں، جتنی دولت مانگو گے ہم دیں گے بادشاہ بننا پسند کرو تو بادشاہ بنائیں گے۔ ہر کام میں تمہاری مرضی ہوگی بغیر تمہاری مرضی کے کوئی کام نہیں کریں گے۔"

اس کے جواب میں آپ ﷺ نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔

"میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں مگر مجھ پر وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود ایک خدا ہے اس لئے اسی کی طرف رجوع کرو۔ اور اسی سے معافی مانگو اور افسوس ہے مشرکوں پر جو خیرات نہیں دیتے، آخرت پر ایمان نہیں رکھتے البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔" پھر آپ ﷺ نے عتبہ سے فرمایا "اے عتبہ تم سن چکے ہو اب جو راستہ تمہیں بہتر ہو وہی اختیار کرو۔"

آپ ﷺ ہر جگہ جاتے اور لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ایک مرتبہ حج کے دوران رحمت عالم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ معمول کے مطابق تبلیغ حق کے لئے منیٰ تشریف لے گئے جہاں عرب کے کونے کونے سے زائرین آئے ہوئے تھے۔ دعوت توحید دیتے ہوئے ایسی مجلس میں پہنچے جو بڑی باعظمت اور باوقار تھی چند معزز اور ذی وجاہت اشخاص بات چیت میں مصروف تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا ان سے پوچھا "اے بیت اللہ کے مہمانو تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

جواب ملا "ہم شیبان بن ثعلبہ کی اولاد ہیں ہم فارس کے پڑوسی ہیں اور کسریٰ کے زیر اثر ہیں۔"

حضرت ابو بکر صدیق اس قبیلہ سے واقف تھے۔ ان سب کو پہچان گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو میں ان سے بات کروں؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے تفصیل سے گفتگو کی اور حالات سے آگاہ کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مخاطب ہوئے۔

"میں تم کو اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم میرے مددگار بنو تاکہ میں اللہ کے احکامات بغیر کسی رکاوٹ پہنچا سکوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قریش نے اللہ کے احکام کی کھلم کھلا مخالفت کی ہے اس کے رسول کو جھٹلایا، غلط بات پر قائم رہے سچائی کا انکار کیا۔ اللہ بے شک تمام باتوں سے بے نیاز اور تعریف کے لائق ہے۔"

ان میں سے ایک شخص جس کا نام مفروق تھا، پوچھا "اور کس کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟" اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی چند آیات تلاوت فرمائی جن میں حکم دیا گیا ہے کہ:

"اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، ماں باپ کے ساتھ احسان کرو،

اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے مت قتل کرو، بے حیائی کے قریب بھی نہ بھٹکو، خواہ وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر، جس کا خون اللہ نے حرام کیا ہے ان کو ناحق قتل مت کرو، یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ، ناپ تول انصاف کے ساتھ کیا کرو۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو۔''

مفروق، قرآن کریم کی آیات سن کر بول اٹھا:

''اے قریشی بھائی جو تم نے سنایا کتنا پیارا کلام ہے جو دل میں اترتا چلا گیا یقیناً ایسا کلام زمین والوں کا نہیں ہوسکتا خدا کی قسم جو کچھ تم کہتے ہو اس میں بھلائی ہی بھلائی ہے جن لوگوں نے تمہیں جھٹلایا وہ تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو راہ راست پر لانے اور برائی سے روکنے کے لئے تبلیغ کرتے رہے۔ کفار قریش تو پہلے ہی دشمن بن چکے تھے اور کئی بار ابوطالب کے پاس شکایت لے کر گئے تھے۔ پھر ایک مرتبہ ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا:

''اے ابوطالب آپ سن رسیدہ بزرگ ہیں، ہم سب آپ کی قدر کرتے ہیں ہم نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں وہ ہمارے معبودوں کے خلاف باتیں کرتے ہیں اب ہم برداشت نہیں کریں گے، آپ انہیں ایسا کرنے سے باز رکھیں، یا ان پر سے دست شفقت اٹھا لیں اور ان کی مدد نہ کریں۔''

ابو طالب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا آپ تشریف لائے تو ان سے کہا ''میرے بھتیجے تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے تمہارے بارے میں بہت کچھ کہہ رہے تھے ذرا میری جان کا بھی خیال کرو اور اپنی جان کا بھی اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اٹھا نہ سکوں۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دے اور مجھ سے کہے کہ میں اس کام سے باز آ جاؤں، میں ایسا نہیں کروں گا خواہ اس کے لئے میری جان چلی جائے۔''

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ابو طالب نے کہا۔ ''جو تمہارا دل چاہے کرو اور جس طرح چاہے تبلیغ کرو، تم کو کسی کے حوالے نہیں کروں گا۔''

پھر آپ کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ خاندان والوں کے انکار سے مایوس نہ ہوں مکہ کے آس پاس بھی لوگ رہتے ہیں ان کے پاس جائیں اور دین کی دعوت دیں۔

''اور اسی طرح ہم نے تم پر عربی زبان میں قرآن نازل کیا تاکہ گمراہوں کو خوف دلاؤ۔ یعنی اے پیغمبر اب آپ شہر مکہ کے آس پاس رہنے والوں کو اللہ کا پیغام پہنچائیں۔'' (شوریٰ)

چنانچہ پیغام ملتے ہی آپ طائف تشریف لے گئے۔ وہاں ثقیف کے

ذمہ دار لوگوں سے ملاقات کی اور دین حق کی دعوت دی۔ طائف میں بھی آپ ﷺ کے مخالفین تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ ﷺ وہاں دین کی باتیں بتائیں۔ انہوں نے وہاں کے اوباش اور آوارہ لڑکوں کو ورغلایا کہ بے ہودگی سے پیش آئیں چنانچہ شریر لڑکوں نے آپ ﷺ کے جسم اطہر کو مار مار کر لہولہان کر دیا۔ آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت زیدؓ بھی تھے انہوں نے عرض کیا کہ:

"یارسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے لئے بددعا کیجئے تاکہ اللہ ان پر اپنا غضب نازل کرے وہ تباہ ہو جائیں۔"

اسی وقت ایک فرشتہ حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ ﷺ حکم دیں تو میں دونوں پہاڑوں کو جو مکہ اور طائف کے درمیان ہیں ملا دوں تاکہ یہ نافرمان پس کر رہ جائیں؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں ان پر لعنت کرنے کے لئے نہیں، ان پر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" گمراہ لوگوں نے آپ ﷺ کو ستایا لیکن آپ ﷺ نے ان کے لئے بددعا نہیں، دعا فرمائی۔

"اے اللہ میری قوم کے لوگوں کو ہدایت دے کیوں کہ یہ نادان ہیں۔"

ایک مرتبہ آپ ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن محیط آیا اور گردن میں چادر ڈال کر بل دینے لگا۔ جس سے آپ ﷺ گر پڑے اور ایک موقع پر اس نے اونٹوں کی اوجھڑی سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے

دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی اور قہقہے لگانے لگا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو دوڑی آئیں اور اسے ہٹایا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں پر بھی ہر طرح کے مظالم ڈھائے جاتے، انہیں دہکتے انگاروں پر لٹا دیتے صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ اس وقت تک لٹائے رکھتے جب تک کہ ان کی چربی پگھل کر انگاروں کو ٹھنڈا نہیں کر دیتی ایک اور سزا کا طریقہ یہ تھا کہ تپتی زمین پر لٹا کر چھاتی پر بھاری پتھر رکھ کر لوہا آگ میں تپا کر جسم کو داغا جاتا تھا۔

جب کفار مکہ نے ایمان والوں کا جینا دوبھر کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ حبشہ چلے جاؤ، وہاں کا بادشاہ انصاف پسند ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا نہ ظلم پسند کرتا ہے، اس سرزمین پر اُس وقت تک رہو جب تک اللہ تمہاری مصیبت رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کر دے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر پندرہ آدمی حبشہ پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ کل تعداد ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں تک پہنچ گئی۔ کفار قریش خاموش نہ رہے، قریش نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوا دیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ایک وفد شکایت لے کر حبشہ پہنچا اور شاہ نجاشی سے ملا۔ وفد نے شاہ سے کہا کہ باغیوں کو ہمارے حوالے کر دے تا کہ ہم انہیں سزا دے سکیں۔

شاہ نے ان سے پوچھا کہ ان کا کیا قصور ہے؟ کفار نے بتایا کہ انہوں

نے باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ کر نیا مذہب اپنایا ہے یہ سب سے بڑا جرم ہے۔ شاہ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں حاضر کیا حقیقت حال تفصیل سے پوچھا۔

مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، نے فرمایا:

''ہم سب گناہوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔ زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کو چھوڑ کر بے شمار خدا بنا رکھے تھے، یعنی بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ پڑوسیوں پر ظلم کرتے تھے جو طاقتور تھے، کمزوروں پر ظلم ڈھاتے تھے اور انہیں خوف زدہ کرتے تھے، لوٹ مار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی گواہی دوست اور دشمن سبھی دیتے ہیں قوم نے اس کو ''محمد الامین'' کا لقب دیا۔ اس نے ہم کو حق کی طرف بلایا توحید کا سبق سکھایا۔ اس نے ہمیں سچ بولنے پڑوسیوں اور کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کے لئے کہا۔ قتل کرنے کو جرم ٹھہرایا جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے کے عذاب سے ڈرایا۔ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے کی نصیحت کی۔ ان کی سچائی پر ہم سب ایمان لے آئے۔ اور تمام برے کاموں کو چھوڑ دیا، جس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن بن گئی۔ ہماری قوم چاہتی ہے کہ ہم سیدھے راستہ پر نہ چلیں بلکہ برائی کی طرف لوٹ آئیں۔''

شاہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی صداقت بھری تقریر سن کر ان کو اور ان کے ساتھیوں کو دشمن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور کہا

''اللہ تعالیٰ کا جو کلام تمہارے پیغمبر پر نازل ہوا ہے اس کا کچھ حصہ سناؤ''۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی چند آیتیں پڑھیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے اور ان کی زندگی کے واقعات کا ذکر ہے۔ ان آیتوں کو سن کر شاہ نجاشی بے حد متاثر ہوا اور رو پڑا، اور کہنے لگا ''خدا کی قسم یہ کلام سچا ہے۔

مسلمانوں میں کچھ لوگ تو حبشہ ہجرت کر گئے۔ رہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ تھے۔ مسلمانوں کو پکڑ کر لانے کے لئے جو وفد حبشہ گیا تھا وہ ناکام واپس آ گیا۔ اس ناکامی پر قریش بپھر گئے پھر سب نے ایک ترکیب سوچی، کیوں نہ محمدؐ ہی کا کام تمام کر دیا جائے۔ نہ وہ زندہ رہیں گے نہ ہمارے بتوں کے خلاف تبلیغ کر سکیں گے۔ آپس میں صلاح مشورے ہوئے یہ طے پایا کہ اس کام کے لئے ہر قبیلہ کو شریک کیا جائے تا کہ کوئی قبیلہ کسی سے بدلہ نہ لے سکے۔

چنانچہ ایک رات منصوبہ کے تحت ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی کو لیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے چاروں طرف گھیرا ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے دشمن کے خطرناک ارادہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا دیا اور ہدایت کی کہ جن جن کی امانتیں ہیں وہ میں تمہارے حوالے کر رہا ہوں ان سب کو لوٹا دینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

باہر نکلے، دیکھا کہ دشمن تاک میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ ﷺ نے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور یہ آیت (ترجمہ) ''خاک آپ ﷺ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔'' پڑھ کران کی طرف پھینک دی۔

دشمن اور آپ ﷺ کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا۔آپ ﷺ دشمنوں کی نظر سے اوجھل ہوگئے ۔آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے ہمراہ لے کر غارِ ثور پہنچ گئے غار کے اندر تین دن گزار کر چوتھے روز مدینہ روانہ ہوگئے۔مکہ چھوڑنے کے دوران آپ ﷺ بہت رنجیدہ ہوئے۔اس پر وحی نازل ہوئی۔

''بے شک جس خدا نے آپ ﷺ کے لئے قرآن پر عمل اور اس کی تبلیغ کو فرض قرار دیا وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے وطن میں پھر پہنچا دے گا۔ اور آپ ﷺ فرما دیجئے میرا رب خوب جانتا ہے کہ اللہ کی طرف سے کون سچا دین لے کر آیا اور کون صریح گمراہی میں ہے۔'' (قصص)

مدینہ جاتے ہوئے مقام قبا میں ٹھہرے اور یہیں ایک مسجد تعمیر کی۔قبا سے آپ ﷺ یثرب پہنچے۔ دراصل مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا۔جب آپ ﷺ شہر کے اندر داخل ہوئے تو وہاں کے باشندوں نے آپ ﷺ کا شاندار استقبال کیا۔لوگ گھروں کی چھتوں سے آپ ﷺ کا نظارہ کرنے لگے لڑکیاں دف بجا کر آپ ﷺ کی تعریف میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ ہر طرف سے آوازیں آ رہی تھیں، صادق آ رہے ہیں، امین آ رہے ہیں۔

لوگوں نے یثرب کا نام مدینۃ النبی ﷺ رکھا۔ یعنی نبی کا شہر۔

آپ ﷺ اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے۔۔ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے ٹھہر گئی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں قیام کیا۔

مکہ سے مسلمان مدینہ آنے لگے تو آنحضرت ﷺ نے مدینہ کے انصار اور مکہ کے مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کرادیا یعنی ہر ایک کو دوسرے کا بھائی بنادیا۔

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے مدینہ میں مختلف قبائل کے درمیان لڑائی جھگڑے ہوا کرتے تھے۔ خصوصاً قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج آپس میں سخت دشمن تھے۔ آپ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد اوس اور خزرج پرانی دشمنی بھول گئے اور آپس میں بھائی بن گئے۔

مدینہ کی حفاظت کے لئے آپ ﷺ نے غیر مسلموں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ایک معاہدہ بھی کیا۔ اس لئے کہ دشمنوں کی طرف سے خطرہ لاحق تھا آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو منظّم کیا۔ پھر ایک جماعت تیار کر لی۔ جس کی تعریف اللہ نے اس طرح کی

"محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ کے لئے سخت ہیں، وہ آپس میں رحم کرنے والے، وہ رکوع کرتے ہیں اور وہ اپنے رب کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ ان کی نشانیاں ان کے چہروں پر

سجدوں کے اثر سے ظاہر ہیں۔''

آپس میں امن وامان سے رہنے کے لئے مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان صلح حدیبیہ کے نام سے دس سالہ معاہدہ ہوا۔ معاہدہ میں اس شرط کو رکھا گیا کہ ''عرب قبائل میں سے کوئی بھی قبیلہ اس بات پر آزاد ہوگا کہ وہ مسلمانوں کا طرفدار بن جائے یا کفار قریش کا ساتھ دے اس پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔''

اسی شرط کے مطابق بنو بکر کفار قریش کا حلیف بن گیا اور بنو خزاعہ مسلمانوں کا ہمنوا۔ لیکن کفار قریش نے معاہدہ پر عمل نہیں کیا۔ اس نے بنو خزاعہ کے ساتھ مخالفانہ رویہ اختیار کیا، ایک روز بنو بکر نے بنو خزاعہ پر ہلہ بول دیا اور جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ملی اس سے آپ رنجیدہ ہوئے اور مکہ والوں کو پیغام بھیجا کہ بنو خزاعہ کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا ہرجانہ ادا کرے یا معاہدہ توڑ دے، کفار قریش نے معاہدہ توڑ دیا اور بنو بکر کو حق بجانب قرار دیا۔ سرکار دو عالم ﷺ جاں نثاروں کی ایک جماعت لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مسلمان آگے بڑھتے رہے تو راستہ میں دوسرے لوگ بھی دستہ میں شامل ہوتے گئے اس طرح اسلامی لشکر میں شامل ہونے والوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔

جب اسلامی لشکر مکہ پہنچا تو کفار قریش خوف زدہ ہوگئے ان میں مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی۔ رحمت عا سے مکہ والوں کا آمنا سامنا ہوا تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ مکہ والوں نے جواب دیا، تو شریف بھائی ہے اور شریف بھتیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا، تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔''

جاں نثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے منتظر تھے کہ جو بھی حکم ملے اس پر عمل کریں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم دیا، کہ بدلہ لو؟...... نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۱۔ جو کوئی ہتھیار پھینک دے، اسے قتل نہ کیا جائے۔

۲۔ جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر جائے اسے کچھ نہ کہا جائے۔

۳۔ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اسے کچھ نہ کہا جائے۔

۴۔ جو کوئی حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے وہ محفوظ ہے۔

۵۔ جو کوئی اپنے گھر کے اندر ہو اسے کچھ نہ کہا جائے۔

۶۔ بھاگ جانے والے کا پیچھا نہ کیا جائے۔

۷۔ زخمی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ساتھ جس طرح رواداری، عفو درگزر کا رویہ اختیار کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے، حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اونٹنی پر

سوار ہو کر بیت اللہ کے گرد طواف کیا۔ خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے، انہیں نکال کر باہر پھینک دیا اس کے بعد آپ ﷺ نے نماز شکرانہ ادا کی۔

جب آدھے عرب پر آپ ﷺ کی حکمرانی قائم ہو چکی تھی۔ ۲۲ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سلطنت کا بادشاہ کھردرے فرش پر لیٹا ہوا ہے، جسم سے پسینہ بہہ رہا ہے، لباس بھی بہت پرانا لیکن صاف ستھرا ہے۔ قیصر روم کا قاصد یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آپ ﷺ کے گھر میں کھانے کا سامان سوائے مٹھی بھر جو کے کچھ نہ تھا جبکہ مسجد کے صحن میں مال واسباب جمع کیا جاتا اور ضرورت مندوں میں تقسیم ہو جاتا آپ ﷺ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھے رہتے۔

سرور کائنات ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑے۔ آپ ﷺ رونے کا سبب دریافت کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے "یا رسول اللہ ﷺ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا روم اور فارس کے حکمران عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں آپ ﷺ پیغمبر ہیں دولت کا انبار لگ رہا ہے آپ ﷺ کے گھر میں اناج نہیں ہے۔"

آپ ﷺ فرماتے ہیں "عمرؓ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو، ہم آخرت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔"

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نرم بستر بنانے کی درخواست کرتے تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے "دنیاوی آرام و راحت سے کیا کام؟

میری مثال تو اس مسافر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے نیچے بیٹھ گیا ہو پھر کچھ دیر بعد آگے چل دیا ہو۔"

تاجدار انبیا ﷺ اپنا کام خود کرتے تھے جانوروں کو اپنے ہاتھوں سے چارہ ڈالتے اونٹ باندھتے، گھر کی صفائی کرتے بازار سے سودا سلف خرید کر لاتے اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے، اپنے دست مبارک سے کپڑوں میں پیوند، لگاتے، چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں خود پہل کرتے کوئی چھوٹے درجے کا آدمی بھی دعوت دیتا تو خوشی سے قبول فرمالیتے اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

"آپ ﷺ اخلاق کے ایک بلند مقام پر فائز ہیں۔"

ایک مرتبہ قیصر روم کے دربار میں رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان پہنچا، قیصر روم اور ابوسفیان سے بات چیت ہوتی ہے قیصر روم ابوسفیان سے پوچھتا ہے" کیا تم نے محمد ﷺ کو جھوٹ بولتے دیکھا؟"

ابوسفیان جواب دیتا ہے "نہیں۔"

قیصر روم نے اس پر کہا "جو شخص دنیا کے معاملات میں جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ کے بارے میں کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔" رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی یہ آخری گواہی تھی۔

خطبہ حجۃ الوداع:

امام الانبیا ۲۶ ذیقعدہ ۱۰ ھ کو حج کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ ۵ ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ پہنچے اور ۹ ذی الحجہ جمعہ کے دن عرفات کے میدان میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک قابل تکریم وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

تمام تعریفیں صرف اللہ کے لئے ہیں، ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد طلب کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ میں اعلان کرتا ہوں محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرا خیال ہے آج کے بعد تم سے اس مقام پر ملاقات نہ ہو سکے گی۔ لوگو، تمہارا خون اور تمہارے مال ایک دوسرے پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ تمہیں عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کی ہر رسم کو میں اپنے قدموں تلے پامال کرتا ہوں۔ اے لوگو، تمہاری جان، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک

دوسرے کے لئے قیامت تک اتنی ہی مقدس اور قابل احترام ہے جتنا یہ دن (یوم عرفہ) یہ مہینہ (ماہ ذی الحجہ) اور یہ شہر (مکہ)۔

اے لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کا مال بغیر اس کی مرضی کے لینا جائز نہیں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں، نہ کسی کالے کو گورے پر، نہ کسی گورے کو کالے پر برتری ہے۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو، آدم مٹی سے پیدا کئے گئے۔ میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی امت نہ کوئی کتاب۔ میں تمہارے لئے قرآن چھوڑے جا رہا ہوں، اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ تم اپنے رب کی عبادت کرتے رہو پانچ وقتہ نمازوں کی پابندی کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور زکوٰۃ خوشی سے ادا کرو۔ اپنے امیر کی اطاعت کرو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ جو تمہارے غلام ہیں ان کے حق میں انصاف کرو جو خود کھاؤ ان کو بھی وہی کھلاؤ اور جو خود پہنو ان کو بھی وہی پہناؤ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لو۔ خبردار مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے خبردار باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا ذمہ دار باپ نہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

ترجمہ: آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ برس تک تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سفرِ آخرت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر میں درد اور بخار ہوا، بغیر سہارے کے چلنا دوبھر ہو گیا۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ کے گھر میں قیام رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی آتی رہی۔ کچھ افاقہ ہوا، حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی چاپ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے یا خدا کے پاس جو کچھ ہے اسے قبول کرلے اس نے وہی قبول کیا جو خدا کے پاس ہے۔''

یہ سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے انہیں رونے سے منع فرمایا اور فرمایا ''میں تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر ابوبکرؓ کے مال

اور رفاقت کا ممنون ہوں، میں سب کا احسان اتار چکا ہوں، ابوبکر کا بدلہ خدا ہی دے سکتا ہے۔ ’’پھر فرمایا ’’تم سے پہلے لوگ انبیاء اور صالحین کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیتے تھے۔ خبر دار تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا۔‘‘

اسی خطبہ میں آپ ﷺ نے فرمایا ’’اے عباسؓ میں خدا کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔ اے صفیہؓ، اے فاطمہؓ مجھ سے دنیا میں جو چاہو مانگ لو، لیکن یاد رکھو میں خدا کے ہاں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا، اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے تو اس کی عبادت کرو۔‘‘

اس کے بعد حجرہ میں تشریف لے گئے بیماری کا زور تھا آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، کچھ اشرفیاں تھیں وہ کہاں ہیں؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میرے پاس ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، جاؤ انہیں خیرات کردو، آپ ﷺ کی زندگی کی آخری رات تھی گھر کے چراغ میں تیل بھی نہیں تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے خادمہ سے کہا، جاؤ کہیں سے تیل لے کر آؤ۔ پیر کا دن تھا، سہ پہر کا وقت تھا۔ ۱۱ ہجری ۱۲ ربیع الاول، عمر ۶۳ سال، حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رحلت فرمائی۔

حضور ﷺ نبوت کے بعد تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں رہے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایثار:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں، محتاجوں کا خیال رکھتے اور ان کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھوک کی حالت میں ہوتے اس وقت اگر کوئی بھوکا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تو کسی سے قرض لے کر یا کسی سے کہہ کر اس کی ضرورت پوری کرتے۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں خالی ہاتھ ہوں، تم میری طرف سے کسی سے قرض لے لو، میں ادا کردوں گا۔"

حضرت ابوطلحہؓ انصاری دربار رسالت میں موجود تھے ایک شخص آیا اور کہا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سخت بھوک لگی ہے۔" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ "کوئی ہے جو اس شخص کی آج رات میزبانی کرے۔"

یہ سن کر ابوطلحہؓ انصاری اٹھے اور اس شخص کو اپنے گھر لے گئے بیوی سے کہا "یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں جو کچھ ہے حاضر کرو۔" جواب ملا بچوں کا کھانا ہے اس پر حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے کہا کہ کسی طرح بچوں کو سلادو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا دیا گیا اور اہل خانہ بھوکے

سو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: اور وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ وہ خود بدحال ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابو سعید حذری روایت کرتے ہیں کہ انصار میں سے بعض لوگوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں کچھ عطا فرمایا انہوں پھر آپ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے پھر دیا یہاں تک کہ جو کچھ آپ ﷺ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میرے پاس جو کچھ ہو گا میں اسے تم لوگوں سے بچا کر نہ رکھوں گا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص سوال کرنے سے بچا رہے اللہ تعالیٰ اسے بچا لے گا۔ جو صبر کرے اللہ اسے صبر دے گا اور صبر سے بہتر اور بڑھ کر کوئی بخشش نہیں جو کسی آدمی کو دی جائے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر اگر احد کا یہ پہاڑ میرے لئے سونا ہو جائے تو بھی میں پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے۔ البتہ یہ کہ کسی کے ادا کرنے کے لئے کچھ چھوڑ دوں۔''

ایک مرتبہ حضور ﷺ عصر کی نماز کے بعد خلاف معمول فوراً اندر تشریف لے گئے اور باہر آ گئے، لوگوں کو تعجب ہوا آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھ کو یاد آیا کہ

بیماری کی سخت تکلیف اور بے چینی ہے، کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں۔“حکم ہوتا ہے۔”خیرات کر دو۔ کیا محمد ﷺ اپنے رب سے اس طرح ملے کہ گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں۔“

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ بہتر صدقہ یہ ہے کہ تو کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھلائے۔“

سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اپنے رزق میں سے کچھ حصہ غریبوں میں تقسیم کریں تو معاشرہ میں غربت اور بھوک کا خاتمہ ہو سکتا ہے ہر مسلمان تیس دن میں سے ایک دن کا کھانا یا ایک وقت کی روٹی یا ایک روٹی کسی غریب کے لئے مخصوص کر دے تو رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے مترادف ہوگا۔

نماز:

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا، نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا جس نے اسے گرا دیا اس نے دین کو گرا دیا آپ ﷺ نے فرمایا، نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

نماز ہم کسی مقام پر بھی یا جماعت کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن نماز

کے لئے مسجد میں جانے کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے.

''رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔'' یہ حکم اس لئے بھی دیا گیا ہے کہ نماز پڑھنے کے علاوہ معاشرہ کی بھلائی کے لئے اجتماعی طور پر مل جل کر کام کرسکیں۔ آنحضرت ﷺ کے طرز عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسجد کو صرف نماز پڑھنے کے لئے ہی محدود نہ کیا جائے بلکہ دوسرے تعمیری کام بھی کئے جائیں جو انسان کے مفاد میں ہوں۔

محسن انسانیت ﷺ خاص خاص موقع پر مسجد میں نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھ جاتے، لوگ مسجد میں جمع ہوتے، اپنے اپنے مسائل پیش کرتے، صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے بعد آپ ﷺ حل تجویز فرماتے، کوئی حاجت مند اپنی حاجت پیش کرتا تو اس کی حاجت پوری کرتے، کوئی بھوکا سامنے آتا تو کھانے کا انتظام فرماتے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو شخص کسی مسلمان کو دنیا کی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی سے بچالے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے بچالے گا، جو کسی تنگ دست مسلمان کو آسانی مہیا کرے تو رب ذوالجلال دنیا اور آخرت میں اسے آسانی اور فراخی کی نعمت سے سرفراز کرے گا۔''

چنانچہ آج بھی ہم مسجدوں میں فلاحی کاموں کے انجام دینے کے لئے ایک نظام قائم کر سکتے ہیں۔ جو لوگ بلاناغہ یا اکثر و بیشتر مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ جس

طرح ہمارے پیارے نبی ﷺ نے مکہ کے مہاجرین اور مدینہ کے انصار کے درمیان قائم کیا تھا، تاکہ ضرورت پڑنے پر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوسکیں۔ آپس میں شناسائی ہو ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہوسکیں۔ بالکل ایسا ہی جذبہ اور محبت پیدا ہونی چاہئے جیسے کہ سب حقیقی بھائی ہوں۔

اب تو یہ حال ہے کہ مسجد میں کوئی شخص بلاناغہ یا اکثر آنے والا ایک بڑے عرصہ تک نظر نہ آئے تو کسی کو اس بات کی تشویش نہیں ہوتی کہ شخص مذکور مسجد کیوں نہیں آرہا۔ اس کی خیریت معلوم کرنی چاہئے۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ پر ایک بڑھیا روزانہ آپ کی آمدورفت کے موقع پر آپ ﷺ پر کوڑا کرکٹ پھینکا کرتی تھی ایک روز ایسا ہوا کہ آپ ﷺ اسی راستہ سے گزر رہے تھے تو بڑھیا نظر نہیں آئی۔ آپ ﷺ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ آپ ﷺ تلاش کرتے ہوئے اس کے گھر پہنچے، دیکھتے ہیں کہ بڑھیا بیمار ہے۔ چل پھر نہیں سکتی۔ آپ ﷺ دعائے خیر کرتے ہیں حالانکہ وہ برا سلوک کرتی تھی۔

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ دین اور مذہب کا مطلب دوسرے الفاظ میں محبت اور ہمدردی ہے۔ محبت اور ہمدردی نہ ہو تو مذہب برائے نام رہ جاتا ہے۔ نماز کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ نماز اس لئے فرض کی گئی کہ تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو، ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کا مقصد بھی

تقویٰ ہی ہے، اخلاق فاضلہ کا نام ہی تقویٰ ہے۔ نماز مومن کی معراج ہے یہ اسی وقت ممکن ہے کہ پہلے ہم اپنے اندر اصلی اخلاقی صفات پیدا کریں اسی کا نام تقویٰ ہے۔

تقویٰ کی سعادت پیدا ہو گی تو نماز بھی مومن کی معراج کہلائے گی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے اس پر عمل کرنے کا نام عبادت ہے عبادت کا مقصد، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، والدین کی خدمت کرنا۔ رشتہ داروں اور قرابت داروں کی مدد کرنا، حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنا مانگنے والوں کو دینا، پڑوسیوں کا خیال رکھنا، اگر وہ بھوکے ہوں تو کھانا کھلانا۔ ننگے کو کپڑا پہنانا مریض کی عیادت کرنا، اور اس کی تیمارداری کرنا اگر کوئی امانت رکھے تو اس کے طلب کرنے پر اس کی امانت اسی حال میں لوٹا دینا، مصیبت میں صبر کرنا اور اس کا مستقل مزاجی سے مقابلہ کرنا۔ مہمان کی خاطر تواضع کرنا اپنی محنت سے روزی حاصل کرنا یہ سب عمل عبادت کہلاتا ہے۔

خدمت خلق عبادت ہے، عظمت صرف ان ہی کو ملی جو اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے زندہ رہے ہمارا مذہب اسلام بھی ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
تسبیح و سجادہ و دلق نیست

حضرت آدم علیہ السلام

جب انسان نے پہلے پہل اس زمین پر قدم رکھا تو اللہ نے انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے انسان کے زندہ رہنے کے لئے تمام سامان پیدا فرمایا۔ ہوا پانی، آگ اور مٹی یہ انسان کی بنیادی ضرورت تھی اس کے بغیر تو انسان زندہ ہی نہیں رہ سکتا انسان کے جسم میں قوت پیدا کرنے کے لئے کھانا بھی ضروری تھا اس کے لئے اللہ نے پھل پھول، میوے، پودے ہرے بھرے درخت پیدا کئے اس کے علاوہ سر اٹھائے بلند و بالا پہاڑ، رواں دواں گنگناتے ہوئے چشمے، بل کھاتے دریا، بیکراں سمندر، چاند، سورج، ستارے، غرض کہ ہر وہ چیز جو انسان کے زندہ رہنے کے لئے ضروری تھی، پیدا کی۔ ان سب چیزوں کے علاوہ انسان کے آرام اور سہولت کے لئے اور چیزوں کی بھی ضرورت تھی وہ بھی پیدا فرمائیں۔

زمین آسمان کے اندر بے شمار چھپے ہوئے خزانے اور وسائل ہیں، مثلاً لوہا، چاندی ابرق، تیل، کوئلہ اور گیسیں ہیں یہ تمام چیزیں انسان کی ضرورت کی ہیں ان سے انسان فائدہ حاصل کرتا ہے ان تمام چیزوں کو زمین کے اندر سے نکالنے اور دریافت کرنے کے لئے ایک ایسی ذی عقل اور علم رکھنے والی ہستی کی ضرورت تھی جو ان تمام چھپی ہوئی اور اوجھل چیزوں کو ڈھونڈ ھ

کرنکالے اور اپنے ہی لئے کارآمد بنائے یہی ہستی جسے انسان کہا جاتا ہے،
انسان کو اللہ نے عقل اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا کی، پھر دنیا میں بھیجا۔
سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ انسان کی نسل حضرت
آدم علیہ السلام سے چلی اور تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے لئے ارادہ ظاہر
کیا اور فرشتوں سے کہا "میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔" اس پر
فرشتوں نے اعتراض کیا اور کہا۔ "کیا آپ زمین پر انسان کو پیدا کرنے
والے ہیں۔ انسان تو زمین پر فساد برپا کرے گا، اور خون بہائے گا۔ ہم تو
تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیرا شکر بجالاتے ہیں کیا ہم عبادت کے لئے
کافی نہیں ہیں۔"

اللہ نے فرمایا۔ "جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔"

پھر اللہ نے خود اپنے ہاتھوں سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا پھر
اسے سنوارا اور اسے مناسب شکل دی اس کے جسم کا ہر حصہ خوبصورتی کے
ساتھ بنایا پھر اس مٹی کے پتلے میں اللہ نے اپنی روح پھونکی۔

پھر اللہ نے فرشتوں سے پوچھا کہ چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

فرشتوں نے جواب دیا "ہم نہیں جانتے، سب سے زیادہ تو آپ
جاننے والے ہیں ہم کو تو بس اتنا ہی علم ہے جو آپ نے ہم کو سکھایا ہے آپ
بڑے علم اور برکت والے ہیں۔"

اللہ نے آدم سے کہا۔ ''اے آدم ان فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔'' اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام بتادیئے تو آدم کے علم میں تمام باتیں آگئیں۔ آدم نے ان چیزوں کے نام بتادیئے تو اللہ نے فرشتوں سے کہا:

''کیا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کے اندر کی سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو سب کا علم رکھتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا۔ لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا وہ غرور کرنے والوں میں سے تھا۔

''تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔'' اللہ نے پوچھا۔ ابلیس نے کہا کہ ''آپ نے انسان کو مٹی سے بنایا اور مجھے آگ سے پیدا کیا۔''

ابلیس کے معنی مایوس اور نا امید ہونا، اسی لئے کہا گیا کہ جو شخص اللہ سے نا امید ہوتا ہے، وہ ابلیس کے تابع ہوتا ہے جو لوگ ابلیس اور شیطان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں وہ پست ہمت ہوتے ہیں جو فرائض ان کے ذمہ ہوتے ہیں وہ ادا نہیں کرتے اور ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔

جب ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ نے فرمایا ''تو آسمان سے اتر، تو نے تکبر کیا اور تو ذلیل وخوار ہوا۔''

ابلیس نے کہا کہ ''مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیجئے۔''

اس پر اللہ نے فرمایا ''تجھے مہلت دی گئی۔''

ابلیس نے کہا ''میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا اور ہر طرف سے ان کو گھیرے میں رکھوں گا وہ تیرا شکر بھی نہیں کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ''اے آدم تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جو کچھ کھانا ہے فراغت سے کھاؤ اور ایک خاص درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس درخت کی طرف نہ جانا ورنہ تم ظالم قرار دیئے جاؤ گے۔''

چنانچہ آدمؑ اور حضرت بی بی حوا آرام سے رہنے لگے تو شیطان نے دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت کے قریب جانے سے اس لئے منع فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے لگو میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور تم دونوں کی بھلائی چاہتا ہوں۔''

شیطان کے فریب میں آ کر حضرت آدم اور حوا نے درخت کا پھل چکھا تو دونوں بہشتی لباس سے محروم ہو گئے ان کے جسم سے بہشت کا لباس اتر گیا دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے ان کے رب نے ان کو پکارا، اور کہا:

''کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت کے قریب جانے سے منع نہیں کیا تھا اور یہ نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔''

حضرت آدم اور حوا دونوں سے غلطی ہوئی انہوں نے اللہ کا حکم نہیں مانا اس غلطی پر دونوں کو سخت ندامت ہوئی۔ آدم نے اللہ سے معافی طلب کی اور دعا کی: "اے میرے رب ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اگر آپ ہم پر رحم نہ کریں اور ہماری مغفرت نہ کریں تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے۔" آدم اور حوا کو زمین پر اتار دیا اور کہا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور ایک خاص وقت تک تم دونوں کو زمین پر رہنا ہے میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو شخص اس ہدایت کو مانے گا نہ انہیں کسی بات کا اندیشہ ہوگا نہ کوئی غم، جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا اس کے لئے دنیا میں زندگی تنگ ہوگی اور قیامت کے روز اس کو اندھا اٹھائیں گے۔"

جب حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے اتر کر زمین پر آئے تو وہ فرشتوں کی پاکیزہ باتیں سننے سے محروم ہو گئے اس لئے دل اداس رہنے لگا آپ نے اللہ سے دعا کی اور عرض کیا کہ میں تو فرشتوں کی صحبت سے محروم ہو گیا ہوں اس پر اللہ نے فرمایا آپ مکہ معظمہ جائیں وہاں میرا گھر تعمیر کریں اس کا طواف کریں اور نماز پڑھیں۔ چنانچہ آپ علیہ السلام جبرئیل امین کے ساتھ مکہ معظمہ گئے وہاں کعبہ کی بنیاد رکھی، نماز پڑھی اور طواف کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ جس کام کو اللہ نے کرنے سے منع فرمایا ہے وہ نہ کریں جو کام کرنے کا حکم دیا ہے وہی کریں یہی عبادت ہے۔ عبادت نیکی ہے، نیکی عبادت ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

جب سے دنیا قائم ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کی نسل بڑھتی اور پھیلتی گئی، انسان دو حصوں میں تقسیم ہوگیا کسی نے نیکی کی راہ اختیار کی تو کسی نے بدی کا راستہ اپنایا جس نے نیکی اختیار کی وہ صراط مستقیم پر رہا، جس نے بدی کا راستہ اختیار کیا، وہ اللہ کے غضب میں آ گیا صراط مستقیم پر چلنے والوں کی تعداد ہمیشہ کم رہی، گمراہ انسانوں کی تعداد زیادہ رہی۔

ان گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے اللہ کے نبی آتے رہے، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے کے بڑے عرصے بعد اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ آپؑ پر دس صحیفے نازل ہوئے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے نبی تھے ۔آپؑ کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں۔آپؑ کے زمانے میں بھی گمراہی پھیلی ہوئی تھی صرف چند لوگ ہی نیک تھے اکثریت گمراہ لوگوں کی تھی۔آپ نے اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے تبلیغ شروع کی ۔وہ لوگ ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے، چوری، بے ایمانی، امانت میں خیانت کرنا، جھوٹ بولنا، شرمناک کام کرنا، ماں باپ کی خدمت نہ کرنا، کمزوروں کو حقیر سمجھنا، غریبوں کو دھتکارنا، جھگڑا کرنا، قتل کرنا، دوسرے کا مال چھیننا۔ عام بات تھی۔

امراء اور سرداروں کا طبقہ غریبوں کو پریشان کرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ بتوں کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا ان کا خیال تھا کہ اگر بت کی پوجا نہ کی جائے تو بت ناراض ہو جائیں گے ان کے نزدیک جو بت کی پوجا نہیں کرتا، وہ جاہل اور احمق ہے۔ انہوں نے چار بت بنا رکھے تھے جن کے نام "ود، سواع، یغوث، نسر" تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت حق دیتے اچھے کاموں کے کرنے کا حکم دیتے، برے کاموں سے روکتے، وہ کہتے کہ بتوں کی پوجا نہ کرو صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، جو سارے جہاں کا پروردگار ہے، وعظ و نصیحت کی غرض سے ایک روز آپ نے ضیافت کا اہتمام کیا۔ ضیافت میں ہر حیثیت اور طبقہ کے لوگ شریک تھے۔ آنے والے مہمانوں میں غریب بھی تھے، امیر اور سردار بھی تھے، صاحب حیثیت اور سردار غریبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ انہیں حقارت سے دیکھتے تھے، نفرت کرتے تھے، لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے سب کو یکجا کر دیا۔ لوگوں نے ضیافت کے اہتمام کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"بھائیو ہماری قوم کے لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے، سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ طاقتور طبقہ کمزوروں پر حاوی ہوتا جا رہا ہے، جو کمزور ہیں وہ بھی ہمارے ہی بھائی ہیں تم غریبوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند نہیں کرتے، تم ان سے نفرت کرتے ہو، ان میں جو بھوکا ہوتا ہے تم کھانا نہیں کھلاتے، اگر کوئی

پیاسا تم سے پانی مانگتا ہے تو تم پانی نہیں پلاتے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو تم ان کی عیادت نہیں کرتے تم اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کرتے، دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہو، دوسرے کی ملکیت پر قبضہ کرتے ہو، یہ تمام شیطانی کام ہیں، اس کے علاوہ تم اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہو، یہ بت تو تمہاری ہی طرح مخلوق ہیں، اور یہ تو تم سے بھی کمتر ہیں، یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟ میں تمہیں ایک بڑے عذاب کی خبر دینے آیا ہوں۔"

مہمانوں میں سے ایک شخص نے کہا "عجیب شخص ہے، ہمیں کہنے چلا ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں عبادت نہ کریں۔"

حضرت نوح علیہ السلام بولے "میں یہ نہیں کہتا کہ عبادت چھوڑ دو، عبادت کرو صرف اس ہستی کی جس نے ساری دنیا پیدا کی ہے، جو مارتا ہے اور جلاتا ہے۔"

ایک نے کہا: نوحؑ تو ایسا کہتے ہی رہتے ہیں، ہم اپنے معبودوں کے خلاف باتیں سننے کے لئے نہیں آئے ہم تو وہ کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے آخر میں لوگ مجلس سے اٹھ کر جانے لگے۔

ایک مرتبہ حضرت نوح علیہ السلام ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ ایک بوڑھا نظر آیا وہ بہت لاغر تھا چلنے کی تاب نہیں تھی حضرت نوح علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم اس حال میں راستہ میں کیوں پڑے ہوئے ہو؟ کیا تمہارا کوئی گھر نہیں ہے؟

بوڑھے نے جواب دیا کہ میرے سات بیٹے ہیں۔ انہوں نے بڑھاپے کے سبب مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ میرے پاس کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں ہے۔"

حضرت نوح علیہ السلام اسے اپنے گھر لے گئے اور کہا کہ "تم اس گھر میں رہو۔ میں تمہیں کھانا دیا کروں گا۔" آپؑ نے دعا کی تو ایک اجنبی شخص گھر میں داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک خوان تھا اس میں ہر قسم کے کھانے تھے اس نے حضرتؑ سے فرمایا کہ "یہ کھانا میں آپؑ کے مہمان کے لئے لایا ہوں اسے کھلا دیں، اس نے کہا کہ اللہ کسی کو کبھی بھوکا نہیں سلاتا۔" وہ بوڑھا حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آیا۔

ایک روز ہدایت کی غرض سے گھر سے نکلے اور ایک بلند مقام پر کھڑے ہو گئے اور بولے "لوگو میں نیکی کی طرف بلا رہا ہوں، اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تم لوگوں کو ہدایت کروں، میرا کہا مان لو تو فائدے میں رہو گے۔ تم لوگ ماں باپ کی خدمت کیا کرو انہیں گھر سے نہ نکالو، انہیں تکلیف مت دو، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرو، یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی مدد کرو، بیماروں کی عیادت کرو، ہر کمزور طاقتور کا محتاج ہوتا ہے، بات بات پر لوگوں کی جان نہ لو۔ یہ کام خدا کو پسند نہیں ہے اگر تم سب اللہ کے احکام پر عمل کرو تو، وہ تمہارے لئے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا۔ مال اور اولاد میں ترقی دے گا۔ تمہارے لئے نہریں بہائے گا۔"

حضرت نوح علیہ السلام ہر ایک شخص کے پاس جا کر ہدایت کرتے کبھی کبھی اجتماع سے بھی خطاب کرتے ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام ایک راستہ سے گزر رہے تھے تو کچھ لوگوں نے آپؑ کا راستہ روک لیا اور مارنے کے درپے ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے پتھر بھی برسائے ایک شخص آگے آیا لوگوں سے کہا کہ تم اسے کیوں مارتے ہو؟ اس نے تمہارا کیا نقصان کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ ہمارے بتوں کے خلاف باتیں کرتا ہے، جبکہ ہم عبادت کرتے ہیں۔

ایک اور شخص نے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں، اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے یہ تو ہم ہی جیسا انسان ہے یہ کھاتا پیتا کام کرتا ہے اس کے پاس دولت بھی نہیں ہے خدا کو اگر نبی بنانا ہوتا تو کسی سردار اور امیر آدمی کو نبی بناتا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا ''میرے رسول ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں تمہارے ہی معاشرے کا فرد ہوں لیکن اس کے باوجود میں تمہاری طرح بے جان بتوں کو نہیں پوجتا۔ دوسرا بڑا ثبوت یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو نصیحت کر رہا ہوں لیکن اس کا کوئی معاوضہ تم سے طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے میں تو یہ کہتا ہوں کہ کسی پر ظلم نہ کرو، میں تو تم سب کو نیکی اور بھلائی کی طرف بلا رہا ہوں میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔''

ان میں سے ایک نے کہا، نوح بادشاہ یا سردار بننا چاہتا ہے، تاکہ اس کی عزت ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ پتھروں کو پوج رہے ہو۔ اے قوم اللہ کی عبادت کرو، وہی عبادت کے لائق ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جب تم اللہ پر ایمان لاؤ گے تو تم برائی سے دور رہو گے۔ نہ میں بادشاہ بننا چاہتا ہوں، نہ سردار، میں تو صرف نیکی کی طرف بلا رہا ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے چاند اور سورج پیدا کئے، چلنے کے لئے فرش بنایا اور تمہیں نعمتیں دیں۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے جب یہ باتیں کہیں تو لوگوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں، ایک لفظ بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

ایک موقع پر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ ''اے نادانو یہ کیوں نہیں سمجھتے ہو، یہ دنیا تو ایک آزمائش کی جگہ ہے تمہارے سامنے اچھائی اور برائی دونوں ہے۔ اے قوم میں تم کو آنے والے دن سے ڈراتا ہوں اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا دیکھو جو غریب ہیں مجھ پر ایمان لائے ہیں لیکن تمہیں دولت کا غرور ہے۔ اے قوم غریبوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، ننگوں اور بھوکوں کا خیال رکھو۔''

ان میں سے ایک سردار نے غرور اور تکبر سے کہا۔ فرض کرو کہ ہم تمہاری بات مان لیتے ہیں، کیا تم پر ایمان لا کر غریب اور دو ٹکے کے لوگوں کے ساتھ مل جائیں جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔

وہ آپ کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے، مذاق اڑاتے، آوازے

کستے، منہ پھیر لیتے، گالیاں دیتے، مارنے کو کوشش کرتے بلکہ ایک روز مارا پیٹا بھی تھا۔ لیکن آپؑ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ اپنا کام جاری رکھا۔ آپؑ کی بیوی اور آپؑ کا بیٹا بھی منکرین اور کافروں میں تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی "اے رب میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات دن سمجھایا، حق کی طرف بلایا میرے بلانے پر وہ زیادہ بھاگتے رہے۔ میں نے اعلانیہ اور خفیہ سمجھایا تو انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ "ایک کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں کچھ نہ بولو۔"

اللہ کے حکم کے مطابق آپؑ نے کشتی تیار کرنا شروع کی، کچھ لوگوں نے مذاق کرتے ہوئے پوچھا اے نوحؑ کیا بنا رہے ہو؟

آپؑ نے بتایا کہ میں ایک کشتی تیار کر رہا ہوں، کیونکہ اللہ کی طرف سے عذاب آنے والا ہے اللہ نے جو ڈھیل دے دی ہے وہ ختم ہو رہی ہے، جب وقت آئے گا ہر طرف پانی ہی پانی نظر آئے گا صرف وہی بچے گا جو اس کشتی میں سوار ہوگا جو بت پرستی سے توبہ کرے گا، گناہوں سے معافی مانگے گا اسی کو اس کشتی میں جگہ ملے گی۔

لوگ بولے، اے نوحؑ یہ زمین تو خشک ہے ایسے آثار بھی نہیں ہیں کہ اتنا پانی ہو جائے کہ کشتی تیرنے لگے، نوح کا تو دماغ ہی چل بسا ہے۔ حضرت

نوح علیہ السلام اس قسم کی باتوں سے بالکل مایوس ہو چکے اور اصلاح کی کوئی امید ہی نظر نہیں آ رہی تھی، جب کشتی بن کر تیار ہوئی تو لوگ کشتی میں غلاظت پھینک دیتے۔ کشتی میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں غلاظت نہ ہو۔ کافر غلاظت پھیلانے کے لئے کشتی کے اندر جایا کرتے تھے۔ یہ ان کا معمول بن چکا تھا۔ ایک مرتبہ ایک کوڑھ کا مریض بھی اپنے ناپاک مقصد کے ساتھ کشتی کے اندر گیا۔ اس کے سڑے ہوئے جسم کے ایک حصہ پر کچھ غلاظت لگ گئی، کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ جہاں غلاظت لگی تھی وہ حصہ اچھا ہو گیا۔

اب اسے حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ آخر غلاظت سے کس طرح شفا ہو سکتی ہے؟ پھر وہ کشتی کے اندر داخل ہوا اور غلاظت پوری طرح سارے جسم پر مل لیا تو دیکھا کہ وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ یہ بات کوڑھ کے مریضوں کے اندر پھیل گئی تو سب نے کشتی کے اندر داخل ہو کر غلاظت ملنا شروع کر دیا۔ اس طرح پوری کشتی پاک صاف ہو گئی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی ''اے رب لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا ایسے شخصوں کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کو زیادہ ہی نقصان پہنچایا ان کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ، اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے ان کی اولاد بھی کافر ہی ہو گی۔''

آپؑ کی دعا قبول ہوئی، اللہ کا عذاب آ چلا۔ گھر کے تنور سے پانی ابل

پڑا۔ پانی کا ریلا تیزی سے بہنے لگا۔ جس جگہ سے سے پانی ابل پڑا وہ جگہ کوفہ کی ایک مسجد تھی، جس کا نام مسجد انبیاء ہے۔ دوسری طرف آسمان پر خوفناک سیاہ بادل چھانے لگے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ زمین سے چشمے پھوٹ رہے ہیں، حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ یہ عذاب کی علامت ہے۔ کافر کہنے لگے کہ طوفان تو آتے ہی رہتے ہیں، بارشیں ہوتی رہتی ہیں، یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد موسم بدل جائے گا۔

دیکھتے ہی دیکھتے ہوا کا تیز جھونکا آیا جس سے ہر چیز ہل گئی پھر پانی برسنا شروع ہوا بارش میں اتنی شدت تھی جیسے کہ آسمان نے اپنے تمام دروازے کھول دیئے ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایمان والوں سے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔

اللہ نے فرمایا کہ ہر قسم کے جانوروں کا جوڑا بھی کشتی میں سوار کرالو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہر جانور کا جوڑا سوار کرالیا گیا۔ کشتی میں ایک علیحدہ جگہ پر سب جانوروں کو بند کر دیا گیا۔ طوفان چلنے لگا بارش سے ندی نالے اور زمین پر پانی بھر گیا۔ پھر زمین کے ہر حصہ میں پانی بہنے لگا اب حضرت نوح علیہ السلام کا جہاز تیرنے لگا پانی اونچا ہو رہا تھا حضرت نوح علیہ السلام کی نظر جب بیٹے پر پڑی تو آواز لگانے لگے: "بیٹا اب اس کشتی میں سوار ہو جاؤ تمہاری جان بچ جائے گی اب کافروں کا ساتھ

چھوڑ دو۔''

تو بیٹے نے جواب دیا کہ میں پہاڑ کی اونچی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا، پانی وہاں تک نہیں پہنچے گا۔

تب حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے اپنے بیٹے کے بارے میں سفارش کی کہ میرا بیٹا ڈوب رہا ہے یہ تو میرے ہی خاندان کا ہے، تیرا وعدہ سچا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ تیرے خاندان والوں میں سے نہیں ہے تیرے گھر والے تو وہ ہیں جو تجھ پر ایمان لائے ہیں۔

روایات کے مطابق بارش مسلسل چالیس دن تک ہوتی رہی۔ جو کچھ زمین پر تھا سب ڈوب گیا۔ کافروں کا کام تمام ہوا جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے وہ کشتی میں سوار ہو کر بچ گئے۔ کشتی کوہ جودی پر جا کر ٹھہری۔ جسے ارارات بھی کہتے ہیں۔ کشتی میں سب سوار تھے اسی دوران حضرت نوح علیہ السلام کو ایک فاختہ نظر آئی۔ اس کی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتا تھا یہ امن وسکون کی علامت تھی یعنی پانی اتر چکا ہے۔

کوہ جودی یا ارارات مشرقی ترکی میں ہے۔ یہ سولہ ہزار نو سوفٹ بلند ہے جو برف سے ڈھکی رہتی ہے روس کی سرحد بھی اس سے ملتی ہے اس پہاڑ کو ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا، لیکن ۱۹۲۹ء میں جرمن ماہر طبیعات جون جیکب نے دونا کام کوششوں کے بعد اسے سر کر لیا۔

کچھ عرصہ پہلے ہزاروں سال کی جمی ہوئی برف کا تودہ گرنے سے کشتی

نوح علیہ السلام کا ایک حصہ برف سے نکلا۔ کئی ہوابازوں نے اس کی تصویریں لیں ایک اور معلومات کے مطابق ۱۹۲۹ء میں ماہر آثار قدیمہ وولی اور اس کے ساتھی نے عراق کے قریب ''اُر'' کے مقام پر طوفان نوح کے آثار دریافت کئے۔ انجیل مقدس کتاب پیدائش کی روایت کے مطابق طوفان نوح کا واقعہ وادی دجلہ وفرات سے متعلق ہے۔ عراق میں قدیم زبانوں میں لکھے گئے کتبے دریافت ہوئے۔ ان میں ایک زبردست طوفان کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے۔ ایک ماہر نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے شہر اُر کی سب سے نچلی سطح میں طوفان نوح کے آثار پائے ہیں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی الہامی کتب میں ارارات کا ذکر طوفان نوح کے حوالے سے آیا ہے۔ بائبل میں لکھا ہے کہ ''ساتویں مہینہ کے سترہویں دن کشتی نوح ارارات نامی پہاڑ پر آ لگی۔''

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد سے تعلق رکھتے تھے۔آپؑ عاد ہی کے شریف اور نیک گھرانے میں پیدا ہوئے ۔حضرت ہود علیہ السلام اللہ کی طرف سے قوم عاد کو سچائی کا راستہ دکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے عاد کی قوم گمراہی میں مبتلا تھی، طرح طرح کے برے کام کرنا ظلم زیادتی اور لوٹ مار کرنا ان کی عادت بن چکی تھی۔خاص کر کمزور طبقہ ان کے ظلم وزیادتی کا شکار تھا،غریب کاشتکاروں کی زمینیں اور ان میں پیدا ہونے والا اناج مار دھاڑ کر چھین لیا کرتے تھے انہیں فصل اگانے کی بھی مہلت نہیں دیتے تھے،اس لئے کمزور طبقہ بھوک وافلاس میں اپنے دن گزارتا تھا۔

قوم عاد کا پیشہ کاشتکاری تھا، وہ زراعت کے طریقوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے ۔اس کے علاوہ پہاڑوں کی چٹانیں کاٹ کر ان پتھروں سے مضبوط عماتیں بناتے پہاڑ کے غاروں میں بھی رہتے تھے پتھروں سے شکار کرتے تھے جانوروں کو آگ میں بھون کر کھاتے۔

عاد کے لوگ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے لیکن غریب اور محتاجوں کا خیال نہیں رکھتے تھے، بھوکوں کو کھانا نہیں کھلاتے بلکہ ان کے پاس جو کچھ بھی کھانے کے لئے ہوتا، چھین لیتے تھے، جو لوگ اللہ کو بھول کر پتھروں

کو پوجتے ہیں ان کے دل رحم سے خالی ہوتے ہیں۔ عاد کی قوم بھی مورتیوں کو پوجتی تھی۔ عاد کی قوم کے لوگ ان کے آگے سجدہ کرتے ان سے مرادیں مانگتے۔

حضرت ہود علیہ السلام اللہ کے نبی تھے وہ بت پرستی سے روکتے تھے ظالموں کو ظلم کرنے سے روکتے، ایک اللہ کی طرف بلاتے آپؑ اپنی قوم سے کہتے:

''اے قوم، اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، وہی ایک ذات ہے جس کی عبادت کرنی چاہئے جس نے زمین آسمان، شجر اور حجر کو پیدا کیا۔ اے قوم تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوج رہے ہو؟ ان بتوں کی پوجا سے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا یہ تمہاری سراسر جہالت اور گمراہی ہے بہتر یہی ہے تم ان بتوں سے منہ موڑ لو جنہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔''

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''اللہ تعالٰی نے تمہیں اور ساری کائنات کو پیدا کیا۔ زمین میں رزق کا سامان پیدا کیا۔ تم کھیتی باڑی کرتے ہو، تم زمین سے زیادہ سے زیادہ اناج حاصل کرتے ہو، اس کے باوجود تم دوسروں کا اناج چھینتے ہو، بلکہ تمہیں تو چاہئے تھا کہ اپنے اناج میں سے محتاجوں اور غریبوں کا حصہ نکالتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے تاکہ وہ بھی تمہاری طرح زندہ رہ سکیں، لیکن تم ایسا نہیں کرتے۔ جو کچھ اللہ نے

تمھیں دیا ہے اس کا شکر بجالاؤ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جن کے پاس اناج نہیں ہے تم انہیں کھانے پینے کا سامان دو اگر تم ایسا نہیں کرتے تو یہ تمہاری بدبختی کی علامت ہے۔"

حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحتیں سن کر لوگ جواب دیتے: ہم سے کیا چاہتے ہو ہم جو کچھ کرتے ہیں ہماری اپنی مرضی ہے، ہم اپنی محنت سے اناج پیدا کرتے ہیں ہم کسی بھوکے کو کیوں کھلائیں، ہمارے پاس جتنا اناج ہوگا ہم طاقتور کہلائیں گے ہم وہی کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کہتے کہ "مجھے اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے تا کہ تم کو اچھی باتیں بتاؤں اور بری باتوں سے آگاہ کروں اور برے کاموں کو روکوں اگر تم صحیح اور سیدھا راستہ پر نہیں چلو گے تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔"

حضرت ہود علیہ السلام بار بار اپنی قوم کو نصیحت کرتے رہے ایک مرتبہ پھر آپ نے ان ہی باتوں کو دہرایا:

"اے قوم میری بات مان لو، میں تمہارا بھلا چاہتا ہوں، جو کچھ میں کہتا ہوں اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔" حضرت ہود علیہ السلام نرمی سے سمجھاتے کہ کسی کمزور پر ظلم نہ کرو کسی کا رزق تنگ نہ کرو۔ انہیں پیار سے سمجھاتے کہ اے قوم میں تمہارا بھائی ہوں اور دوست ہوں میں تم سے کچھ نہیں مانگتا میں جو کچھ کرتا ہوں اس کا صلہ مجھے اللہ دے گا۔

قوم کا شبہ دور کرتے ہوئے کہتے اے قوم کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ مجھ پر

ایمان لاؤ گے تو تمہاری کھیتی باڑی برباد ہو جائے گی اور تمہارے عیش وعشرت میں خلل پڑے گا۔ ایسا کبھی نہ سوچو اگر تم بتوں کی پوجا چھوڑ دو اور مجھ پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور اولاد میں برکت دے گا تمہیں قوت عطا کرے گا۔

آپؑ نے اگلے زمانے کی باتیں یاد دلاتے ہوئے کہا اے قوم کیا اللہ نے گمراہوں کو ہدایت دینے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بنا کر نہیں بھیجا تھا اس قوم نے اللہ کی باتوں کا انکار کیا تو کس طرح اللہ کے عذاب نے انہیں پکڑا تھا پھر تم میرے نبی ہونے کا کیوں انکار کرتے ہو۔

آپؑ نے بتوں کے بارے میں فرمایا، یہ بت جسے تم اپنا معبود سمجھتے ہو یہ نہ کسی کے ساتھ بھلائی کر سکتے نہ یہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے بلکہ تم خود اپنا نقصان کر رہے ہو آپؑ نے انہیں آگاہ کرتے ہوئے کہا اے قوم تمہارے جھوٹے معبودوں پر نہ میں ایمان لاؤں گا نہ ان سے ڈروں گا، میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو تمہارا اور ہمارا پروردگار ہے۔ قوم عاد کے لوگ برابر نصیحتیں سنتے لیکن کوئی توجہ نہیں دیتے ایک کان سے سنتے تو دوسرے کان سے اڑا دیتے۔

ایک روز قوم عاد کے لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے پوچھا کہ تم بار بار نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو اس کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے ہمیں دلیل دکھاؤ۔ ہم دیکھنا اور سننا چاہتے ہیں بغیر دلیل دیکھے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑیں گے اور یہ بھی بتاؤ کہ جس عذاب کی بات کر کے ہمیں ڈرا رہے ہو وہ عذاب کب آنے والا ہے؟

حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم مجھ سے سوال کرتے ہو کہ عذاب کب آنے والا ہے یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے میں تو صرف اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں اور آنے والے عذاب سے خبردار کرنے والا ہوں، ان تمام کوششوں کے باوجود گمراہ قوم راہ راست پر نہ آئی۔ اللہ کے غضب نے جوش مارا اور عذاب کے آثار پیدا ہونے لگے بارش نہیں ہوئی پانی کی بے حد قلت پڑ گئی، خشکی سے زمین چٹخنے لگی کنوئیں سوکھنے لگے، کھیتوں میں آبپاشی کے لیے بھی پانی نہیں تھا درخت پودوں کی ہریالی ماند پڑنے لگی، پھول مرجھانے لگے۔

قوم عاد پانی کے لئے ترس رہی تھی، پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں تھا حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ اور پھر رجوع کرو تا کہ اللہ بارش برسائے۔

نافرمان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے گناہ نہیں بخشوائیں گے اور تمہیں رسول بھی نہیں مانیں گے۔ لوگ بارش کے لئے ہر وقت آسمان کی طرف دیکھتے رہے، شاید کہیں سے بادل آجائے اور بارش برسائے۔ ایک روز ایسا ہی ہوا بادل کا ایک ٹکڑا نظر آ گیا لوگ دیکھ کر خوش ہونے لگے کہ اب بارش ہوگی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا، جو تم دیکھ رہے ہو یہ برسنے والا بادل نہیں ہے یہ بادل نہیں بلکہ عذاب کی علامت ہے۔ جس عذاب کی میں خبر دیتا تھا اس کا وقت آپہنچا ہے جو کچھ مجھے کہنا تھا وہ کہہ چکا۔

جو لوگ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے ان کے بارے میں

حضرت ہود علیہ السلام سے اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے ساتھ لے کر کسی محفوظ مقام کے طرف چلے جاؤ چنانچہ حضرت ہود علیہ السلام ایمان والوں کو ساتھ لے کر نکل گئے۔ شہر میں اب کوئی ایمان دار نہیں رہا۔ لوگوں نے دیکھا کہ آسمان پر بادل کے ٹکڑے تیر رہے ہیں ہوائیں چلنی شروع ہوئیں ہوا میں اتنی تیزی تھی کہ پہلے نہ کسی کان نے سنا نہ کسی نے دیکھا تھا، دیکھتے ہی دیکھتے آندھی چلنے لگی یہاں تک کہ اپنا ہاتھ بھی سجھائی نہیں دیتا تھا ہر طرف مٹی اور دھول اڑ رہی تھی، بڑے بڑے درخت جڑ سے اکھڑ نے لگے، ہر طرف اندھیرا چھا گیا ہر شے ہوا میں اڑنے لگی آدمی بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا نہ بیٹھ سکتا تھا ہوا کے زور سے بڑی بڑی مضبوط عمارتیں بھی گر گئیں ہر طرف چیخ و پکار کی آوازیں ہواؤں کے شور میں دب کر رہ گئیں۔

قوم عاد کو اپنے مضبوط مکانوں پر بڑا ناز تھا، یہ تمام مکانات زمین بوس ہو گئے، زمین پر کچھ بھی نہیں بچا۔ یہ آندھی آٹھ دن اور سات راتیں رہی جب آندھی تھمی تو لاشوں کا پتہ بھی نہیں تھا۔ عاد کی قوم نے غرور و تکبر کیا، ایک اللہ کو چھوڑ کو بتوں کو ماننے لگے ان ہی سے مرادیں مانگا کرتے تھے نبی کی باتوں کا انکار کیا جب عذاب کے دن قریب آنے لگے تو اللہ نے نیک لوگوں کو بچا لیا، گمراہوں کو عبرت ناک سزا ملی۔ عاد کی قوم کا صرف کتابوں میں ذکر پایا جاتا ہے۔ تباہ شدہ شہر کے کھنڈرات آج بھی درس عبرت دینے کے لئے زمین پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کا مقبرہ حضر موت میں مُکلہ سے نوے میل شمال کی جانب ہے۔ اس کے چاروں طرف کھنڈرات اور کتبے کثرت سے بکھرے پڑے ہیں۔ لوگ ہر سال رجب کے مہینے میں اس مقبرے کی زیارت کرتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام شہر نینوا میں پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ آپ لوگوں کو ہدایت کرتے، نیکی کی طرف بلاتے، برے کاموں سے روکتے تھے۔ آپؑ قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے۔ اس قوم کے لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ جب آپؑ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے اور خدائے واحد پر ایمان لانے کی تلقین کرتے، لیکن لوگ آپؑ کی تعلیمات کا انکار کرتے اور حضرت یونس علیہ السلام سے کہتے کہ ہم تیرے خدا کو نہیں مانتے اس پر آپ فرماتے کہ خدا کے عذاب سے ڈرو، جو بہت سخت عذاب ہے لوگ آپؑ کی باتیں سن کر آپؑ کا مذاق اڑاتے اور آپؑ اور آپؑ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے۔

آپؑ نے قوم ثمود کو راہ راست پر لانے کی بہت کوششیں کیں، لیکن بھٹکی ہوئی قوم پر آپؑ کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا تو آپؑ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لائیں گے۔ آپؑ مایوس ہو گئے، مایوسی کی حالت میں آپؑ نے قوم ثمود کی تباہی و بربادی کے لئے بددعا کی اور اس سرزمین سے نکل پڑے۔ چلتے چلتے دریائے فرات کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ ایک کشتی کنارے پر لگی ہے لوگ اس پر سوار ہو رہے ہیں ان کی دیکھا دیکھی آپؑ بھی اس پر سوار ہو گئے جنہیں جانا تھا وہ سب سوار ہو چکے۔

کشتی لوگون سے بھر چکی ،اس کے بعد کشتی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی ،سمندر پر سکون تھا آسمان بھی صاف تھا مسافر اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے جب کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو دیکھا کہ آسمان پر سیاہ بادل اٹھ رہے ہیں پھر ہوائیں چلنے لگیں ہوا اچانک طوفان کی شکل اختیار کر گئی ،سمندر میں کشتی ڈگمگانے لگی ،سمندر کی لہریں اوپر نیچے ہونے لگیں بارش بھی شروع ہوگئی، طوفان کے جھٹکوں اور پانی کے تھپیڑوں سے کشتی کے ڈوبنے کا اندیشہ پیدا ہوگیا۔

کشتی میں بیٹھے ہوے مسافروں میں سے ایک نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں کوئی ایسا شخص بھی سوار ہے جس سے کوئی بڑی غلطی سرزد ہوگئی ہے، جب تک ایسے شخص کو کشتی سے نہ نکالا جائے کشتی کا صحیح سلامت رہنا محال ہے وہ شخص کون ہے یہ بتانا مشکل ہے جب تک کہ وہ خود کو پیش نہ کرے۔

اس پر حضرت یونس علیہ السلام کھڑے ہوگئے اور کہا کہ میں ہی ہوں جس سے بڑی غلطی سرزد ہوگئی ہے مجھے کشتی سے نکال دیا جاے تو آئی ہوئی مصیبت ٹل سکتی ہے، تمام مسافر حضرت یونس علیہ السلام کا منہ تک رہے تھے جس نے خود ہی سب کے سامنے اپنی غلطی کا اظہار کیا۔

پھر سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ یہ شخص تو فرشتہ صفت انسان معلوم ہوتا ہے ہم کسی حال میں اسے کشتی سے نہیں نکال سکتے۔ مسافروں میں سے

ایک نے تجویز پیش کی کہ قرعہ اندازی کی جائے جس کا نام پرچی میں نکلے وہی سزا کا مستحق ہوگا ہم اسے کشتی سے نکال دیں گے، چنانچہ قرعہ ڈالا گیا پرچی میں یونسؑ کا نام نکلا۔ اس عمل سے لوگوں کو اطمینان نہیں ہوا۔

پھر قرعہ ڈالا گیا تو یونسؑ کا ہی نام نکلا۔ اس طرح یہ عمل بار بار دہرایا گیا ہر بار یہی ہوا حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب کا نافرمان ہوں خدا کا حکم بھی یہی ہے مجھے دریا میں ڈال دو تمام مسافروں کی جان بچ جائے گی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کشتی کے مسافروں سے اور ملاح سے بار بار کہا کہ وہ کشتی سے چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں اس لئے کہ میں نے اللہ کے حکم کا انتظار نہیں کیا۔

آخر کار کشتی کے مسافروں اور ملاح نے مان لیا اور حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں پھینک دیا، دریا میں ایک مچھلی حضرت یونسؑ کی طرف بڑھی اور نگل گئی اللہ نے مچھلی سے کہا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہے یہ تیرے پیٹ میں امانت ہے جسے واپس کرنا ہے، چنانچہ آپؑ مچھلی کے پیٹ میں اندھیرے میں رہے، اللہ کا ذکر کرتے رہے اور معافی طلب کرتے رہے۔

آپؑ پکار رہے تھے:

"اے اللہ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو پاک ہے بلاشبہ میں نے اپنے ہی نفس پر ظلم کیا میں ظالموں میں سے ہوں۔"

اللہ نے آپؑ کی پکار سن لی۔ آپؑ مچھلی کے پیٹ میں محفوظ رہے مچھلی

نے دریا کے کنارے پر اگل دیا جب آپ مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تو بہت کمزور اور نڈھال تھے۔ آپؑ نے کھلی فضا میں سانس لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اللہ نے حضرت یونسؑ سے فرمایا:

"اگر تو مچھلی کے پیٹ میں میری پاکی بیان نہ کرتا تو نجات حاصل نہ کرتا۔" جس جگہ پر مچھلی نے آپؑ کو اگلا تھا وہاں کوئی درخت تھا نہ کوئی سایہ، دھوپ ہی دھوپ تھی۔ گرمی بھی ناقابل برداشت تھی۔ اللہ کے حکم سے وہاں ایک بیل دار پودا اگ آیا۔ پودے کی بیل سے سایہ آ گیا۔ آپؑ سایہ تلے بیٹھ گئے اور اللہ کا ذکر کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ آپؑ کے پاس ایک ہرنی آتی تھی اور اپنا دودھ پلا جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ہم نے بغیر گھاس کی زمین پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے بیل دار درخت اگایا اور ہم نے اس کو ایک لاکھ آدمی کی طرف بھیجا بلکہ اس سے بھی زیادہ پھر وہ لوگ انؑ پر ایمان لائے۔"

ملک نینوا چھوڑ دینے کے بعد آپؑ کی قوم آپ کو بہت زیادہ یاد کرنے لگی۔ آپؑ کے نکل جانے کے بعد پچھتانے لگی، لوگوں نے محسوس کیا کہ آپؑ نبی تھے اور ہدایت کے لئے آئے تھے، لوگوں نے اللہ سے معافی طلب کی اور وہ حضرت یونس علیہ السلام کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ لوگوں نے اقرار کیا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس بات پر بھی کہ یونس علیہ السلام اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں اور آپؑ کے لائے ہوئے پیغام پر یقین رکھتے ہیں اور یونس

علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور قوم کے لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر حضرت یونس علیہ السلام ہمارے درمیان آجائیں تو ہم سب انؑ کی تعظیم کرنے لگیں گے اور انؑ کے حکم پر عمل کریں گے۔

اللہ نے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ قوم کی طرف جائیں اور اللہ کا پیغام سنائیں اور انہیں برائی سے روکیں، نیکی کی طرف بلائیں۔ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرنے کی تلقین کریں۔ چنانچہ اللہ کے حکم پر جب آپؑ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے تو قوم نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا آپ علیہ السلام کی آمد پر اللہ کا شکریہ ادا کیا۔

واپس آ کر حضرت یونس علیہ السلام نے تبلیغ شروع کردی اور ہدایت دینے لگے کہ برے کاموں سے دور رہیں ضرورت مندوں کی مدد کریں، بھوکوں کو کھانا کھلائیں، ننگوں کو کپڑا پہنائیں، کسی کے ساتھ برا سلوک نہ کریں۔

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام اللہ کی جانب سے بھیجے ہوئے نبی تھے، آپؑ قوم ثمود کی طرف بھیجے گئے۔ آپؑ نیک کاموں کی طرف بلاتے اور برے کاموں سے روکتے تھے۔ قوم ثمود گناہوں میں مبتلا تھی۔ قوم ثمود کے لوگ آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تمہیں قوم عاد کے بارے میں معلوم نہیں ہے؟ ان کا انجام کس طرح عبرت ناک ہوا اور اللہ نے کس طرح انہیں سزا دی؟

قوم ثمود کا خاص پیشہ بھیڑ بکریوں کی پرورش اور تجارت تھی۔ قوم ثمود دولت سے مالا مال تھی، اور جسمانی طور پر قوی بھی تھی۔ اس قوم کی اخلاقی حالت اچھی نہیں تھی ذرا ذرا سی بات پر لڑ مرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ بے گناہ لوگوں کو قتل کرتے تھے کمزوروں کا مال ہضم کرتے کمزوروں پر ظلم ڈھاتے بتوں کی پوجا کرتے اس قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے اللہ نے حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا۔

حضرت صالح علیہ السلام ان سے کہا کرتے کہ اے قوم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراؤں۔

لوگ ان سے کہتے ہمارے پاس دولت بھی ہے، قوت بھی ہے اور عزت بھی ہے اگر اللہ کو نبی بنانا منظور ہوتا تو ہم جیسوں کو نبی بناتا، اگر اللہ ہم سے ناراض ہوتا تو ہمارے کھیتوں کو اجاڑ دیتا، ہمیں رہنے کے لئے عالی شان مکانات نہیں دیتا، ہمارے پاس بے شمار اونٹ بکریاں ہیں، سواری کے لئے گھوڑے ہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے بت ہم سے بہت خوش ہیں اسی لئے ہم ان کی پرستش کرتے ہیں، ہم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے کہ تم ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہو، ہمیں ان کی پرستش سے نہ روکو ہم تو خوش حال ہیں لیکن تمہاری بات ماننے والے مفلس اور غریب ہیں، تمہاری حالت بھی ایسی ہی ہے۔ اگر تم نبی ہو تو اس کی دلیل پیش کرو، کوئی معجزہ دکھاؤ، ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام ان کی اس قسم کی باتوں پر کہتے کہ تم ہی بتاؤ تم کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو۔ پھر کافر آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ ان سے کس قسم کا معجزہ طلب کرنا چاہئے پھر سب نے اتفاق رائے سے کہا کہ تم ان پتھروں سے ایک اونٹنی پیدا کرو اور اونٹنی بھی ایسی ہو کہ وہ ساتھ ساتھ بچہ بھی دے اور ہم اس کا دودھ بھی پئیں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی، جلد ہی دعا قبول ہوئی پتھروں کے اندر سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی، اونٹنی بہت خوبصورت تھی، اونٹنی کے ظاہر ہونے کے بعد ہی اس جگہ گھاس اُگ آئی اور ایک پانی کا چشمہ بھی

جاری ہو گیا۔اونٹنی نے گھاس کھائی چشمہ سے پانی پیا اسی ساعت کے اندر بچہ بھی جنا اونٹنی دودھ بھی دینے لگی۔

کافروں نے جو معجزہ طلب کیا تھا سب پورا ہوا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ جو چاہتے تھے اللہ نے پورا کر دکھایا، کیا تم اب بھی اپنی ضد پر اڑے رہو گے، کافروں نے کہا کہ ہم ایمان نہیں لائیں گے، نہ آپؑ کی باتوں پر عمل کریں گے۔

کافر اونٹنی کو تنگ کرنے لگے، اونٹنی جب پیاس سے تڑپتی اور کنوئیں کے پاس جاتی تو اسے پانی پینے نہیں دیتے بعد میں اونٹنی کو مارنے لگے اس کا چلنا پھرنا دوبھر کر دیا تھا وہ اذیت کے مارے کراہتی رہتی لیکن کافروں کو رحم نہیں آتا۔حضرت صالح علیہ السلام ان سے کہتے کہ اونٹنی کو اذیت نہ پہنچاؤ اسے چرنے دو، جہاں جانا چاہتی ہے جانے دو، وہ اگر پانی پینا چاہئے تو اسے پیاسا نہ رکھو، ایک دن اونٹنی چشمے سے پانی پیئے گی دوسرے روز تم اور تمہارے جانور پیئیں گے اس کے روزانہ کے معمول میں کوئی فرق نہ آنے دو، تم اللہ سے ڈرو اور اسی کی عبادت کرو۔تم جو کچھ کھاتے پیتے ہو وہ سب کچھ اللہ ہی دیتا ہے یہ سب کچھ اسی کا کرم ہے تمہارے بت تمہارے کوئی کام نہیں آتے۔

قوم ثمود باز نہ آئی نہ حضرت صالح علیہ السلام کی باتوں پر عمل کیا۔ایک روز اچانک حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دیا۔قتل کی خبر جب آپؑ کو ملی تو آپؑ صدمہ سے نڈھال ہو گئے۔آپؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری

ہو گئے۔ پھر آپؑ نے اپنی قوم سے فرمایا۔ ''عنقریب تم پر اللہ کا عذاب آنے والا ہے تم اس عذاب سے نہ بچ سکو گے۔'' اس کے بعد ہی آسمان پر بادل گرجنے لگے، پھر بجلی چمکی اس کڑک اور گرج کی آواز سے پوری قوم ہلاک ہوگئی۔ جو لوگ آپؑ پر ایمان لائے تھے اللہ نے انہیں بچا لیا جو لوگ اس تباہی سے بچ گئے وہ عرب کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے۔

قوم ثمود کی تباہی اور بربادی کے آثار حجاز اور شام کے درمیان سامان عبرت کے نشانات چھوڑ گئے۔ غزوہ تبوک کے بعد جب اسلامی لشکر تباہ شدہ آبادی سے گزر رہا تھا تو انہیں پانی کی ضرورت پڑ گئی وہاں پانی کا ایک کنواں دیکھا، لشکر نے آٹا گوندھنے کے لئے پانی لیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس بستی میں اللہ نے اپنا عذاب نازل کیا اس جگہ کی کوئی چیز استعمال نہ کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عظیم المرتبت پیغمبر تھے، ہمارے پیارے نبی سے پہلے جتنے بھی پیغمبر آئے ان سب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رتبہ سب سے بڑا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ چند پیغمبروں کے ماسوا حضرت ابراہیمؑ ہی کی نسل سے سارے پیغمبر آئے۔ ہمارے نبی بھی انہی کی نسل سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق بھی ان ہی سے تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی اور نصاریٰ بھی مانتے ہیں اور مسلمان تو بہت زیادہ ہی مانتے ہیں۔ ہر نماز میں آپؑ کا ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''اس کتاب میں ابرٰہیمؑ کا ذکر کیجئے وہ راستی والے پیغمبر تھے۔ یعنی سچے اور راہ راست پر تھے۔''

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ بے شک اللہ کے فرمانبردار تھے اور بالکل ایک ہی طرف کے ہو رہے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ نے ان کو چن لیا تھا اور سیدھے راستے پر ڈال دیا تھا ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبیاں دی تھیں اور آخرت میں بھی۔''

یہودی اور نصاریٰ تو ان سے بہت زیادہ قربت کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''نہ وہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ سیدھے راستے پر تھے

اور تقویٰ والے تھے۔'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی سفر کرتے گذری آج شام میں ہیں تو کل مصر میں، پھر کچھ عرصہ بعد اردن یا فلسطین میں، کبھی حجاز کا دورہ کر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل میں پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے عراق کا نام بابل ہی تھا، یا عراق کے ایک شہر کا نام تھا، آپؑ کے والد کا نام آزر تھا۔ آپؑ کے زمانے میں لوگ بہت زیادہ گمراہ تھے ہر قسم کی اخلاقی برائیاں ان میں پائی جاتی تھیں، آپس میں ان کا برتاؤ بھی اچھا نہیں تھا نہایت سنگ دل تھے، بھوکوں کو کھانا نہیں کھلاتے زندہ انسان کو آگ میں پھینک دیتے، قتل و غارت گری کرتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے مقابلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ رحیم المزاج اور حلیم الطبع تھے۔

رحیم المزاج کا مطلب یہ ہے کہ آپ بہت رحم والے تھے اور رحم دل تھے لیکن آپؑ کی قوم رحم دل نہ تھی، بلکہ سنگ دل اور ظالم تھی۔ حلیم الطبع کا مطلب یہ ہے کہ آپؑ بردبار اور صبر کرنے والے برداشت کرنے والے اور حوصلہ رکھنے والے تھے۔ لیکن آپؑ کی قوم ان صفات سے بالکل محروم تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تمہارے لئے ابراہیمؑ عمدہ نمونہ ہیں۔'' اس لئے تمہارے اندر بھی یہی صفات ہونی چاہئیں، برداشت کرنے والے، صبر کرنے والے اور حوصلہ رکھنے والے۔

اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ ”سب سے بہتر دین، دین ابراہیم ہے۔“ دین ابراہیم میں تقویٰ اور سچائی کی دعا کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا زمانہ ایک ہی تھا، بلکہ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم السلام دور کے رشتہ کے بھائی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بت پرستی سے بھی بہت زیادہ نفرت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ خود بت پرست تھے اور بت بنا کر بازار میں بیچتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے فرمایا:

”اے میرے اباجان تم بتوں کو پوجتے ہو تم گمراہی میں پڑ چکے ہو۔“

باپ نے بیٹے کی بات سن کر کہا:

”اے ابراہیمؑ کیا تو ہمارے پاس کوئی سچی بات لے کر آیا ہے یا ہم سے مذاق کر رہا ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا:

”ہمارا اور تمہارا رب وہی ہے جس نے زمین اور آسمان بنایا۔“ پھر فرمایا: ”اے میرے اباجان! تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے نہ تمہارے کچھ کام آسکے اے میرے اباجان میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا۔ تم میرے کہنے پر چلو تم کو سیدھا راستہ بتلاؤں گا۔ اے میرے اباجان تم شیطان کی پرستش نہ کرو، شیطان رحمان کا نافرمانی کرنے والا ہے۔ اے میرے اباجان، میں اندیشہ

کرتا ہوں کہ تم پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے پھر تم شیطان کے ساتھی ہو جاؤ۔"

باپ نے جواب دیا:

"کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو؟" باپ نے پھر کہا: "ابراہیم اگر تم باز نہ آئے تو میں تم کو پتھروں سے سنگسار کردوں گا تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے کنارہ کر جاؤ۔"

ابراہیمؑ نے باپ کی زبانی یہ الفاظ سن کر کہا۔ "میں سلام کرتا ہوں اور اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی درخواست کروں گا بے شک اللہ مجھ پر مہربان ہے اب میں جارہا ہوں اپنے رب کی عبادت کروں گا اپنے رب کی عبادت سے محروم نہ رہوں گا۔" یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام رخصت ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپؑ نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ "ہمارا اور تمہارا رب وہی ہے جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا۔ اے قوم تم اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بت کو پوج رہے ہو، نہ تو ان میں یہ طاقت ہے کہ یہ نقصان پہنچائیں نہ فائدہ ہی پہنچا سکتے ہیں۔"

قوم نے کہا "ہم اپنے باپ دادا کے راستے پر چل رہے ہیں ہم نے ان کو بھی اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔"

ابراہیمؑ بولے: "رب وہی ہے جس نے مجھ کو اور تم سب کو پیدا کیا وہی

رہنمائی کرتا ہے۔ وہی مجھ کو کھلاتا ہے، پلاتا ہے جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا دیتا ہے۔" آپؑ پر ایک دور ایسا بھی گزرا جو سراسر آزمائشی تھا آپؑ نے خود بھی اپنی عقل وفہم سے کام لیا۔ آپؑ نے غور کرنا شروع کیا کہ قوم بتوں کے علاوہ چاند، سورج اور ستاروں کو کیوں اپنا معبود سمجھتی ہے جب کہ یہ سب زوال پذیر ہیں۔

ایک مرتبہ آپؑ نے رات کو ستارے دیکھے تو خیال کیا یہ رب ہو سکتے ہیں؟ پھر کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب غائب ہو گئے تو فرمایا کہ غروب ہو جانے والوں سے میں محبت نہیں رکھتا۔ جب چاند کو چمکتا ہوا پایا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے جب وہ بھی اوجھل ہو گیا تو فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ جب آفتاب کو دیکھا تو فرمایا کہ یہی میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے جب وہ بھی غروب ہو گیا تو فرمایا: "اے قوم بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا میں سیدھے راستے پر ہوں شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؑ نے کسی کے بتائے ہوئے طریقے یا باپ دادا کے طریقے جو وہ کرتے رہے ان پر عمل نہیں کیا بلکہ آپؑ نے اپنی عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے غور وفکر کرنا شروع کیا، اندھی تقلید نہیں کی، اللہ کی رحمت بھی شامل حال رہی، شہر بابل کی روایات کے مطابق وہاں ہر سال میلہ لگا

کرتا تھا، میلے میں لوگ تجارتی سامان لے جا کر فروخت کرتے تھے وہاں بت بھی فروخت ہوتے ضرورت کی تمام چیزیں مل جاتیں اس لئے لوگ میلے میں جاتے وہاں تفریح کا سامان بھی مہیا تھا۔ لوگ رنگ رلیاں مناتے سیر و تفریح کرتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہر طرف کے لوگ میلے میں جمع ہوئے خرید و فروخت ہو رہی تھی کہ اچانک کسی کے چولھے سے چنگاری اڑی، آگ لگ گئی۔ ہر شے جل کر بھسم ہو گئی۔ بت بھی جل کر راکھ ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ "یہ بت اپنے آپ کو آگ سے نہیں بچا سکے تو یہ کس طرح معبود کہلانے لگے۔"

معمول کے مطابق دوسرے سال بھی میلہ لگا تمام لوگ میلے میں جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ابراہیمؑ بھی ہر سال میلے میں جایا کرتے تھے، لیکن اب کی سال انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ بولے کہ میلے میں جب تمام لوگ چلے جائیں تو میں ان جھوٹے معبودوں کی درگت بناتا ہوں۔ سب میلے میں چلے گئے میدان خالی تھا بت خانے کے آس پاس بھی کوئی نہیں تھا۔ ابراہیمؑ کے لئے یہ ایک بہت ہی اچھا موقع تھا، وہ بت خانے میں گھسے اور تمام بتوں کو توڑ کر چکنا چور کر دیا۔ ماسوائے بڑے بت کے، بڑے بت کو ہاتھ نہیں لگایا اسے صحیح سالم رہنے دیا اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ دیا جس سے بتوں کو توڑا تھا۔

جب لوگ میلے سے واپس آئے تو پروہت بت خانے میں داخل

ہوئے۔ یہ دیکھ کران سب کو حیرت ہوئی کہ بت چکنا چور ہو کر زمین پر پڑے ہوئے ہیں، آپس میں ایک دوسرے سے چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ ہونہ ہو اس میں ضرور نوجوان ابراہیم کا ہاتھ ہے۔ کیوں کہ وہی بتوں کے خلاف ہے۔ لوگ برہم ہوئے، ابراہیمؑ کو بلایا، ان سے دریافت کیا کہ ہمارے معبودوں کو کس نے اس حال پر پہنچایا ہے؟

ابراہیم نے جواب دیا کہ تم اپنے بڑے بت سے کیوں نہیں پوچھتے ہو جسے اپنا معبود سمجھتے ہو وہ سب کچھ تمہیں بتادے گا۔

تمام لوگوں نے کہا کہ ابراہیمؑ کو بادشاہ نمرود کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ معاملہ بادشاہ نمرود کے سامنے پیش کریں گے اور ابراہیم کو سزا دلوائیں گے۔ لوگ نمرود کے دربار میں پہنچے، سب نے مل کر بادشاہ سے شکایت کی کہ ابراہیم ہمارے بتوں کی تضحیک کیا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بت معبود نہیں بلکہ معبود کوئی اور ہے اس نے ہمارے بتوں کو توڑ ڈالا اور ہمارے بتوں کے ساتھ گستاخی کی ہے اسے سزا دی جائے۔

نمرود نے لوگوں کی زبانی ایسی باتیں سن کر حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو میرے دربار میں حاضر کیا جائے۔ چنانچہ ابراہیمؑ کو شاہی دربار میں لایا گیا۔ دربار میں تمام مصاحب اور امراء بیٹھے ہوئے تھے نمرود نے ابراہیمؑ سے پوچھا کہ کیا تو ہمارے معبودوں کی تضحیک کرتا اور جھٹلاتا ہے؟ کیا تو نے ہمارے

معبودوں کو توڑا ہے؟

بادشاہ نمرود بڑے سخت لہجہ میں ابراہیمؑ سے باتیں کر رہا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جرأت مندی کے ساتھ ہر سوال کا جواب دیتے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ "یہ سب تمہارے معبود ہی بتا سکتے ہیں، ان ہی سے پوچھ لو تو بہتر ہے۔"

شاہی دربار میں سردار، امراء اور مصاحب سب ہی بیٹھے تھے اور بادشاہ اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ہونے والی تمام باتیں سن رہے تھے۔ سب نے کہا کہ کیا بت بھی باتیں کر سکتے ہیں۔

پھر ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ "جو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ ہی تمہاری آرزو پوری کر سکتے ہیں پھر کس طرح تم انہیں اپنا معبود مانتے ہو، میرا رب مارتا ہے اور جلاتا بھی ہے۔"

نمرود نے کہا کہ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں جسے چاہے موت کی سزا دوں جسے چاہے رہا کر دوں۔ میں اس ملک کا حکمران ہوں، مجھ میں یہ قوت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ "میرا رب مشرق سے سورج کو نکالتا ہے۔ تو بھی مغرب سے نکال دے۔" نمرود لا جواب ہو گیا۔ لوگوں نے شرمندگی سے اپنے اپنے سر جھکا لئے۔

ان میں سے ایک شخص نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ اس شخص کو زندہ جلا دو تاکہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم

سے پھر کہا کہ:

"اے لوگو تم اس کو اپنا معبود بتاتے ہو جسے تم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ تم صرف ایک خدا کی عبادت کیا کرو صرف وہی عبادت کے لائق ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔"

لوگوں نے ابراہیمؑ کی باتوں پر کان نہیں دھرا۔ بادشاہ نمرود نے بھی حکم دے دیا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں زندہ جھونک دو۔ چنانچہ آگ کا الاؤ تیار کیا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلنے کا منظر دیکھنے کے لئے تمام لوگ جمع ہو گئے، بتوں کے پجاری بھی خوش تھے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبودوں کو توڑنے کی ابراہیمؑ کو سزا ملے گی۔ پھر ابراہیمؑ کو دہکتی آگ میں ڈال دیا گیا۔

آتشکدہ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ بگاڑ نہ سکی اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو جلنے سے بچالیا۔

اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو بہت پہلے ہی چھوڑ چکے تھے، لیکن ان کے لئے اکثر دعا کرتے تھے کہ وہ راہ راست پر آجائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ مشرک و کافر اور گمراہی اختیار کرنے والوں کے لئے دعا نہ کریں۔ کیوں کہ ان کا باپ بھی گمراہ لوگوں میں شامل تھا، اسی لئے دعا کرنے سے منع کیا گیا۔ اللہ کے نزدیک توبہ اسی کی قبول ہوتی ہے جو موت سے پہلے توبہ کرے اور نیک عمل بھی کرے اصل ایمان نیک عمل ہی ہے۔

آپؑ نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، لیکن گمراہ قوم کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی بلکہ وہ لوگ آپ کی زندگی کے درپے تھے اور زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ آپؑ کو ستاتے اور پریشان کیا کرتے تھے جس سے آپ کا جینا دوبھر ہوگیا تھا، چنانچہ تنگ آکر آپ نے ہجرت کرنے کی ٹھان لی سامان سفر باندھا فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔

روایات اور تاریخ کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام بھی آپؑ ہی کے زمانے میں تھے، وہ بھی آپ کے رشتہ کے بھائی تھے وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ فلسطین روانہ ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں بھی تبلیغ کرتے تھے فلسطین میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد مصر روانہ ہوئے اس زمانے میں مصر میں فرعون کی حکومت تھی۔ مصر پر جو بادشاہ حکومت کرتا تھا وہ فرعون کہلاتا تھا۔ روایات کے مطابق شاہی خاندان سے آپ کی رشتہ داری تھی اس لحاظ سے مصر میں جو بادشاہ حکومت کرتا تھا وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رشتہ دار تھا اسی لئے شاہ مصر نے آپ کی بڑی آؤ بھگت کی، آپ کو ماننے لگا اور مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا۔ آپؑ نے شاہ مصر کو بھی اسلام کی دعوت دی اور نیکی کا راستہ بتایا۔ شاہ مصر عیش پرست تھا اور گمراہی میں مبتلا تھا، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک قابل اعتبار نہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کالدانی قوم سے تعلق رکھتی

تھیں آپ ایک نیک خاتون تھیں۔ عظمت اور عفت میں مثالی حیثیت رکھتی تھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت سارہ بھی تھیں اور ہر مشکل وقت پر ساتھ دیا کرتی تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی شاہ مصر سے رشتہ داری تھی اسی بنا پر شاہ مصر نے حضرت سارہ کو اپنے محل میں بلا بھیجا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بادشاہ کے مزاج سے خوب واقف تھے اسی وجہ سے سارہ کو محل میں لے گئے ،حضرت ابراہیمؑ سفر سے بہت تھک چکے تھے اس وجہ سے بادشاہ سے کوئی بات نہ کر سکے صرف اتنا کہا کہ اللہ تعالیٰ غرور کو پسند نہیں کرتا بادشاہ نے جیسے ہی حضرت سارہ کی طرف بری نیت سے ہاتھ بڑھانا چاہا تو اس پر سارہ کا رعب اور دبدبہ طاری ہو گیا جس سے وہ گھبرا گیا اس نے فوراً سارہ سے معافی طلب کی۔ حضرت سارہ نے اس کا قصور معاف کر دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسے معاف کر دیا۔

شاہ آپؑ کے اخلاق سے بہت متاثر ہوا اور اپنی بیٹی ہاجرہ کو آپؑ کی زوجیت میں دے دیا اور بہت سا مال و اسباب بھی ساتھ کر دیا اور ایمان لانے کا وعدہ کیا، آپؑ حضرت ہاجرہ کو اپنے گھر لے گئے زندگی بڑی خوشگواری سے گزر رہی تھی ،حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ محبت اور اتفاق سے ساتھ ساتھ رہنے لگیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد فلسطین روانہ ہوئے اسی لئے فلسطین کو انبیاء کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی ،اس لئے آپؑ کو غم تھا حضرت

ابراہیم علیہ السلام اولاد کے لئے اکثر دعا کیا کرتے تھے اللہ نے آپؑ کی دعا قبول کی۔ حضرت ہاجرہ کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔ بچہ کا نام اسمٰعیل رکھا گیا۔ حضرت سارہ کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اس لئے سارہ کے دل میں رشک پیدا ہوا۔ سارہ کو بہت دکھ ہوا اور بہت مایوسی ہوئی۔ مایوسی سے دماغ چڑچڑا ہو گیا اور حضرت ہاجرہ سے ان بن ہو گئی، زندگی ناخوشگوار ہو گئی۔

ایک دن سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خواہش ظاہر کی کہ ہاجرہ اور اس کے بچہ کو میری نظروں سے دور رکھا جائے۔ سارہ کی یہ تجویز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے رنج وغم کا باعث بن گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سارہ سے بھی بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ وہ آپؑ کی پہلی بیوی تھیں اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر وحی بھیجی کہ ہاجرہ اور اس کے بچہ کو علیحدہ رکھو۔ آپؑ کو اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔ اگرچہ یہ بات آپؑ پر شاق گزری لیکن اللہ کی یہی مرضی تھی اللہ کے حکم کے آگے آپؑ نے سر جھکا لیا۔ ایک روز آپؑ اپنی چھوٹی بیوی ہاجرہ اور اس کے بچہ کو لے کر کسی انجانی منزل کی طرف روانہ ہو گئے، چلتے چلتے ایک وادی میں پہنچے جہاں چٹیل میدان اور پہاڑوں کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا، ہریالی کا کہیں دور دور تک نام ونشان نظر نہیں آرہا تھا ایسے مقام پر پانی بھی نہیں تھا زندگی بڑی کٹھن تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک مقام چن لیا اور وہیں پڑاؤ ڈالا۔ آپؑ اپنے ساتھ پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کی ایک تھیلی لائے تھے یہی ان کا کھانا تھا کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ

حضرت ہاجرہ کے حوالے کیا اور کہا کہ میں اس مقام سے روانہ ہو رہا ہوں تمہارا اللہ نگہبان ہے۔

جب آپؑ جانے لگے تو حضرت ہاجرہ آپؑ کے پیچھے پیچھے دوڑیں اور کہنے لگیں کہ اس سنسان اور بیابان میں مجھے کہاں چھوڑ کر جا رہے ہو، میں کس کے آسرے پر یہاں زندہ رہوں۔ یہاں تو پانی کی ایک بوند بھی نہیں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ خاموش رہے۔ جب حضرت ہاجرہ نے بار بار اصرار کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں یہاں اللہ کے حکم پر تمہیں چھوڑ رہا ہوں۔ حضرت ہاجرہ نیک اور عبادت گزار تھیں جب اللہ کا حکم سنا تو فرمایا کہ اللہ میری حفاظت کرے گا اور زندہ رہنے کا سامان فراہم کرے گا مجھے آپ یہیں چھوڑ دیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام روانہ ہونے لگے تو آپ دیکھتی رہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جدائی کے موقعہ پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اللہ کا حکم بجالائے۔ آپؑ نے اپنے پیارے بیٹے اور بیوی کو چھوڑ دیا، یہ گھڑی بہت زیادہ آزمائش کی تھی۔ آپؑ نے اللہ سے دعا کی:

"اے پروردگار میں اپنی بیوی بچہ کے ساتھ ایسی جگہ آباد ہو رہا ہوں جہاں تیرا مقدس گھر ہے، جہاں کی زمین بالکل ہی بنجر ہے یہاں کچھ پیدا نہیں ہوتا، تو اپنے فضل وکرم سے اس زمین کو اس قابل بنادے کہ یہاں پھل پیدا ہوں تاکہ ہم تیرا رزق کھائیں، عبادت کریں، نماز قائم کریں اور تیرا شکر بجالائیں۔"

آپؑ نے دعا کی اور چلے گئے حضرت ہاجرہ تنہا رہ گئیں۔ پاس میں صرف شیر خوار بچہ تھا۔ کچھ دنوں تک حضرت حاجرہ صرف کھجوروں اور پانی کے مشکیزہ پر گزارہ کرتی رہیں۔ بچہ کو اپنا دودھ پلاتیں، مناسب کھانا نہ ہونے کے سبب آپ کمزور ہوتی گئیں۔ سینہ میں دودھ بھی خشک ہو چکا تھا اس لئے دودھ نہیں اتر رہا تھا۔ بچہ بھی بھوکا رہنے لگا۔ حضرت ہاجرہ بچہ کو بھوکا دیکھ کر بے تاب ہو گئیں، خود اپنے لئے بھی کھانے کے لئے کچھ نہ تھا، اسمٰعیل علیہ السلام بچے تھے، بھوک سے رو رہے تھے۔ بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ماں تڑپ اٹھی۔ دل میں خیال آیا کہ کہیں کوئی انسان نظر آ جائے تو ڈھارس بندھے۔ آپ دوڑی ہوئی ایک بلند مقام پر چڑھ گئیں یہ ایک پہاڑی تھی اس کا نام ''صفا'' تھا۔ دور دور تک نظریں دوڑائیں لیکن کوئی نظر نہ آیا وہاں سے اتر کر قریب ہی ایک اور پہاڑی پر چڑھ گئیں اس کا نام ''مروہ'' تھا لیکن وہاں سے بھی کوئی نظر نہ آیا۔ ہر چہار طرف سوائے ویرانی کے کچھ نہ تھا اسی بے چینی اور بے قراری کے عالم میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر سات مرتبہ چکر لگائے پھر بچہ کے پاس پہنچیں دیکھا کہ بچہ کی ایڑی کے قریب ہی اللہ کی رحمت سے ایک چشمہ پھوٹ کر بہہ رہا ہے۔ آپ پانی دیکھ کر حیران ہو گئیں اللہ کا شکر ادا کیا پھر پیا۔

پانی نہایت ٹھنڈا تھا ذائقہ بھی خوش گوار تھا آپ نے بہتے ہوئے پانی سے کہا ''زم زم'' یعنی ٹھہر جا۔ حضرت ہاجرہ کو پانی میسر آ گیا۔ جہاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ ایک روز وہاں سے کچھ فاصلہ پر ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ قافلے

والوں نے دور سے انسانی نفوس کو دیکھا تو انہیں تجسس ہوئی وہ قریب آئے تو حضرت ہاجرہ اور بچہ کو وہاں پایا انہیں پانی کی بھی ضرورت تھی حضرت ہاجرہ سے پانی طلب کیا۔ تو آپ نے زم زم کے چشمے کی طرف اشارہ کیا قافلے والوں نے پانی پیا اور مویشیوں کو بھی پلایا اس کے عوض حضرت ہاجرہ کو کھانے کے لئے کھجوریں پیش کیں اور اس سنسان بیابان میں رہنے کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ہاجرہ نے سب کچھ بتا دیا۔ کچھ روز قیام کے بعد قافلہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ اسی طرح قافلے آتے رہے کچھ روز قیام کرنے کے بعد اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے۔ ان کے آنے جانے کے سبب حضرت ہاجرہ کو کھانے کا سامان مل جاتا۔

ایک مرتبہ بنو جرہم کا قافلہ آیا جب آب زم زم دیکھا تو وہیں پڑاؤ ڈالا اور رہائش اختیار کر لی ان کے پاس کثرت سے مویشی بھی تھے۔ جوں جوں دن گزرتے گئے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بھی بڑے ہو گئے، قبیلہ بنو جرہم کے آنے کے بعد آبادی کچھ بڑھ گئی اور ایک بستی بن گئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ عرصہ بعد وہاں پہنچے تو دیکھا کہ علاقہ میں کچھ انسان نظر آ رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ اور بیوی حضرت ہاجرہ سے ملاقات کی۔ اس طرح سے آپؑ کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپؑ حضرت ہاجرہ کے پاس بھی رہنے لگے، حضرت سارہ بھی حضرت ہاجرہ کی خبر لینے لگیں۔

حضرت سارہ کے کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ جس سے وہ اکثر غمگین رہا کرتیں۔ پہلی بیوی کے اولاد نہ ہونے پر آپؑ بھی پریشان رہتے تھے۔ آپؑ بے حد مہمان نواز تھے، جب تک آپؑ کے دستر خوان پر مہمان نہیں ہوتا، آپؑ کھانا نہیں کھاتے۔ معمول کے مطابق آپؑ کھانے کے لئے مہمان کا انتظار کر رہے تھے کہ مہمان آ پہنچے۔ آپؑ نے مہمانوں کا استقبال کیا اور خوش ہوئے جب آپؑ نے مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا تو انہوں نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا اور بیٹھے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمانوں کے رویہ پر حیرت ہوئی۔ آپؑ مہمانوں کے لئے جانوروں کو ذبح کرتے اور بھون کر ان کے سامنے رکھتے۔ ان آنے والے مہمانوں کے لئے بھی اسی طرح کا انتظام کیا، لیکن مہمان کھانا نہیں کھا رہے۔ آپؑ کے زمانے میں یہ روایت تھی کہ مہمان کے کھانا نہ کھانے کا مطلب اعلان جنگ سمجھا جاتا، اس لئے آپؑ کو فکر لاحق ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فکر مند دیکھ کر آنے والے مہمانوں نے کہا آپؑ خوف نہ کھائیں، ہم اللہ کی جانب سے آئے ہیں، ہم فرشتے ہیں اور قوم لوط کو ان کے گناہوں کی سزا دینے آئے ہیں اور آپؑ کے لئے بھی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مسکرائے اور پوچھا یہ کیسی خوشخبری ہے؟ فرشتوں نے کہا کہ سارہ کے بطن سے بھی اولاد ہونے والی ہے یہ بات سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام حیرت میں پڑ گئے اور سوچا کہ میری عمر

ایک سو برس اور سارہ کی عمر اسّی برس ہے۔ بھلا اس بڑی عمر میں کوئی کس طرح اولاد کی امید رکھ سکتا ہے۔ لیکن اللہ قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے، وہ خاموش رہے۔ حضرت سارہ فرشتوں کی بات سن کر ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور ابراہیمؑ بھی بوڑھے ہیں، اس عمر میں کس طرح اولاد ہو سکتی ہے۔

فرشتوں نے جواب دیا اللہ کے ہاں سب کچھ ممکن ہے۔ فرشتوں نے اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت حضرت سارہ کو سنائی فرشتوں نے صرف اتنا ہی نہیں کہا بلکہ یہ بھی کہا کہ اسحاق کا بھی بیٹا ہوگا اس کا نام یعقوبؑ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت اور برکت کرنے والا ہے۔ وہ تمہاری اولاد کو ستاروں کی مانند بڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ کو اولاد کی نعمت سے نوازا اس کا نام اسحاق تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اب حضرت ہاجرہ کے پاس رہنے لگے، اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک اور آزمائش میں ڈالا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے پیارے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کر رہے ہیں۔ تین راتیں ایسے ہی خواب نظر آئے۔ انبیاء کے خواب صرف خواب نہیں ہوتے، وحی کا حصہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ حضرت اسمٰعیل کو قربان کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سر جھکا لیا۔ آپؑ نے اپنے بیٹے سے کہا:

''اے میرے بیٹے !میں نے خواب میں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اللہ تمہاری قربانی چاہتا ہے، اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

آپؑ نے بلا جھجک کہا کہ ''اگر اللہ کا یہی حکم ہے میں اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''

جب ضعیف باپ اپنے ارمانوں اور دعاؤں سے مانگے ہوئے بیٹے کو اللہ کی رضا کی خاطر قربانی کے لئے تیار ہو گیا تو بیٹا ابراہیمؑ کا تھا، اس نے فوراً مان لیا اور اپنی گردن چھری کے نیچے رکھ دی۔ رحمت خداوندی نے جوش مارا اور آواز آئی:

''اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔'' اس موقع پر اللہ کے فرشتے نے حضرت ابراہیم کے سامنے مینڈھا رکھ دیا، تا کہ بیٹے کے بدلے اس کو ذبح کریں۔ چنانچہ آپؑ نے ایسا ہی کیا۔ یہی وہ قربانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوئی آج بھی فرزندان توحید اسی نسبت سے ابراہیمؑ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ تک نہ قربانی کا گوشت پہنچتا ہے، نہ خون بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی آزمائش ہی میں گزری۔

پہلی مرتبہ نمرود نے آپ کو آگ میں ڈالا، آگ ٹھنڈی ہوگئی، دوسری مرتبہ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور ننھے اسمٰعیلؑ کو سنسان اور ویران علاقے میں تنہا چھوڑنا پڑا، تیسری مرتبہ اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا پڑا، لیکن اللہ نے رحم کیا ہم بھی اسی طرح اپنے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اپنے اندر ایسا جذبہ اس طرح پیدا کر سکتے ہیں کہ جو شخص بھوکا ہو اسے کھانا کھلا دیا جائے تو یہ قربانی ہے۔ جو مفلسی کے عالم میں ہو اور کوئی پرسان حال نہ ہو ایسے شخص کی خبر گیری کرنا بھی قربانی ہے۔ جو ننگا ہو اسے کپڑے پہنانا بھی قربانی ہے۔ جو مرض میں مبتلا ہو اگر وہ غریب ہے تو اسے دوا فراہم کرنا قربانی ہے۔ مانگنے والے کو خیرات دینا بھی قربانی ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا قربانی ہے۔ وطن کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہونا یہ بھی قربانی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں رہتے تھے، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے ملنے کے لئے مکہ معظّمہ آتے رہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کی غرض سے مکہ تشریف آئے، اس وقت حضرت اسمٰعیل کی عمر بیس ۲۰ سال تھی۔ باپ نے بیٹے سے ملاقات کی۔ اس مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام طویل عرصہ بعد مکہ آئے تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ باپ کو دیکھ کر پھولے نہ سمائے۔ خوشی خوشی گلے ملے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے فرمایا:

”بے شک تیرے رب نے مجھے اس کے گھر (بیت اللہ) کی تعمیر

کرنے کا حکم دیا۔" حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب دیا "ابا جان! اللہ کے حکم کی فوراً تعمیل کیجئے۔" باپ نے فرمایا "رب کائنات نے اس عظیم کام میں تجھے میری مدد کرنے کا حکم دیا ہے۔" عرض کیا "میں حاضر ہوں، آپ کر گزریئے۔" چنانچہ کعبہ کی تیاری کے لئے دونوں کمر بستہ ہو گئے۔

روایت کے مطابق کعبہ کی تیاری کا کام شروع ہو گیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے رہنمائی کی کہ کعبہ کی بنیاد کس جگہ رکھی جائے اور اس کے لئے کتنی جگہ گھیری جائے، اور کس طرح تعمیر کی جائے۔ حضرت جبرئیلؑ کے بتانے پر باپ اور بیٹے نے کھدائی شروع کی حضرت اسمٰعیلؑ ایک مزدور کے بھیس میں پتھر لا کر رکھتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر پر پتھر رکھ کر دیوار بلند کرتے۔ پتھر بہت وزنی تھے، اللہ نے انہیں قوت عطا کی تھی۔ روایت کے مطابق بنیادوں میں کوہ حرا کے پتھر استعمال ہوئے۔ جب دیوار اتنی بلند ہو گئی کہ اونچائی پر پتھر رکھنا دشوار ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند سے کہا کہ کوئی ایسا پتھر تلاش کرو جس پر کھڑے ہو کر دیوار بلند کی جا سکے۔

سیدنا اسمٰعیلؑ ایسا پتھر تلاش کر کے لائے اور اسی پتھر پر کھڑے ہو کر دیوار کو بلند کیا۔ اسی کو مقام ابراہیمؑ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سخت پتھر پر پاؤں کے نشان بن گئے۔ جب دیوار مرضی کے مطابق بلند ہو گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا کہ ایک اور عمدہ سا پتھر لے آؤ تا کہ اسے ایک کونے پر نصب کیا جائے اور یہ قاعدہ بنا لیا جائے

کہ طواف اسی مقام سے شروع ہو۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ایک ایسا پتھر مل گیا۔ جس سے روشنی نکل رہی تھی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام روشنی دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پوچھا "ابا جان یہ پتھر کونسا ہے؟"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ "یہ وہ پتھر ہے جسے جبرئیل علیہ السلام جنت سے لائے ہیں۔" اس پتھر کو ایک کونے پر نصب کر دیا گیا۔ طواف کا چکر اسی مقام سے شروع ہوتا ہے۔

آیئے اپنے اندر روح ابراہیمی پیدا کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ ''اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو، وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا، وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ شخص تھا (سورہ مریم) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ معلومات ہوئی ہیں اس کے مطابق آپ جبرون کے مقام پر جسے الخلیل (فلسطین) کہتے ہیں۔ ۲۰۷۴ قبل مسیح پیدا ہوئے۔ جب اسماعیلؑ بچہ تھے رب کائنات نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے فرمایا۔

''اے خلیل ہم کعبہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس مقدس کام کے لئے آپ کو مامور کیا جاتا ہے، ہم اس مقام کی نشاندہی کریں گے آپ اسے پاک صاف کر کے آباد کریں یہ جگہ طواف اور سجدوں کی ہوگی۔ ابھی آپ اپنے بیٹے اور بیوی کو اس سنسان جگہ چھوڑ آئیں۔ تفصیل اس کی یوں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ اسلام ۷۵ سال کی عمر میں جب اپنے وطن عراق سے ہجرت کر کے ملک کنعان (فسطین) میں تشریف لائے تو اس وقت آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت لوط کے علاوہ آپ کی بیوی حضرت سارہ بھی تھیں حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے یہ گھرانہ اولاد کی

نعمت سے محروم تھا' آپ اس محرومی پر بہت مایوس ہوئے آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی۔

"اے پروردگار مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحوں میں سے ہو۔" آپ علیہ السلام نے دین حق پھیلانے' نیکی کا درس دینے' بدی سے روکنے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑا شام' فلسطین اور مصر کے دور دراز علاقوں کا دورہ کیا اور لوگوں کو دین کی باتیں بتاتے تھے۔

جب آپ علیہ السلام مصر پہنچے اس وقت مصر پر جس خاندان کی حکومت تھی اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رشتہ داری تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں شاہ مصر اور' حضرت ابراہیم کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح شاہ مصر نے آپ علیہ السلام کے ساتھ سلوک کیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے آپؑ کا نہایت عزت واحترام سے استقبال کیا اس وقت آپؑ کے ہمراہ آپ کی بیوی حضرت سارہ بھی تھیں بادشاہ' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا

اور بہت زیادہ عزت کرتا تھا مصر کے بادشاہ نے اپنی بیٹی ہاجرہ کو ایک خادمہ کی حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا اور شادی کرادی اور کہا کہ میری بیٹی کا اس گھر میں لونڈی ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے حضرت سارہ نے بھی خوشی سے اجازت دے دی حضرت ہاجرہ پہلے ہی سال حاملہ ہو گئیں۔

ایک مذہبی کتاب میں اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا گیا:

''خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا یہاں تک کہ کثرت کے سبب اس کا شمار نہ ہو سکے گا اور خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا، اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا ہے''۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر اس طرح ہے: ''ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم) ایک حلیم لڑکے کی بشارت دی۔''

حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہیں تھی اس لئے سارہ کے دل میں دکھ پیدا ہوا' وہ مایوس ہو چکی تھیں انہیں بہت زیادہ صدمہ پہنچا جس سے ان کا دماغ چڑچڑا ہو گیا' حضرت ہاجرہ سے ان بن ہو گئی دونوں کے درمیان لڑائی جھگڑا بھی شروع ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ کو سنسان جگہ پر چھوڑ کر چلے گئے آپؑ کے لوٹ جانے کے بعد ہاجرہ کھجوریں کھاتیں اور مشکیزہ کا پانی پیتی رہیں اور بچہ کو دودھ پلاتی رہیں کھجوریں اور مشکیزہ کا پانی آخر کب تک چلتا وہ بھی ختم ہو گیا، مناسب کھانا اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے سیدہ ہاجرہ بھی کمزور ہو چکی تھیں ان کے سینہ میں بھی دودھ خشک ہو چکا تھا، اس لئے بچہ بھی دودھ سے محروم تھا اور بھوک سے تڑپ رہا تھا، جب کھانا پانی نہیں تھا تو آپ بہت پریشان ہوئیں۔

آپ چاروں طرف دوڑتی رہیں کبھی پہاڑ پر چڑھ کر چاروں طرف نظر

دوڑاتیں کہ کہیں کوئی نظر آ جائے کبھی پہاڑ سے نیچے اترتیں کبھی دوسرے پہاڑ پر چڑھ جاتیں، اس طرح صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر سات مرتبہ دوڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حضرت ہاجرہ کے اس عمل کی یاد میں لوگ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ جب آخری مرتبہ مروہ کی پہاڑی پر چڑھیں تو انہوں نے ایک انجانی آواز سنی جیسے کوئی کہہ رہا ہو وہ یکسو ہو کر غور کرنے لگیں پھر آواز سنائی دی اس پر حضرت ہاجرہ نے کہا:

"اے شخص تو نے اپنی آواز تو سنا دی، کیا تو میری فریاد سن کر میرے لئے کچھ کر سکتا ہے۔" پھر حضرت ہاجرہ نے ننھے اسماعیلؑ کے قریب ہی حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا کہ وہ اپنی ایڑی یا بازو سے زمین کھود رہے ہیں یہاں تک کہ اس میں سے پانی نکل آیا۔ حضرت ہاجرہ وہ پانی اپنے مشکیزہ میں بھرنے لگیں جیسے جیسے وہ پانی بھرتی گئیں پانی ابل کر اوپر آتا رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ اسماعیلؑ کی ماں پر رحمت فرمائے، اگر وہ زم زم کو اسی حالت میں چھوڑ دیتیں تو زم زم بہتا ہوا چشمہ ہوتا یعنی حضرت ہاجرہؓ نے چاروں طرف مٹی ڈال کر اسے گھیر دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے سیدہ ہاجرہ کو زم زم کا پانی عطا کیا اس پانی میں ایسی تاثیر

تھی کہ یہ صرف پیاس ہی نہیں بجھاتا تھا بلکہ جسم میں قوت بھی پیدا کرتا تھا حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک روز ان کے سامنے ایک فرشتہ نے حاضر ہو کر کہا:

''یہاں اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ دونوں تعمیر کریں گے اور اللہ اس گھر سے لوگوں کو ضائع نہیں کرے گا۔''

حضرت ہاجرہ اور ننھے اسماعیل کو رہتے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ مقام ''کدا'' کی طرف سے آئے اور مکہ کے نشیبی علاقہ میں ٹھہرے ان لوگوں نے دور سے دیکھا کہ ایک پرندہ ایک جگہ پر چکر لگا رہا ہے انہوں نے خیال کیا کہ پرندہ اسی جگہ پر چکر لگاتا ہے جہاں پانی ہو معلوم کرنے کے لئے اس مقام پر اپنے دو آدمی بھیجے انہوں نے وہاں پانی دیکھا تو واپس آکر اپنے آدمیوں کو بتایا انہیں پانی کی ضرورت تھی تو کچھ مشکیں لے کر پانی لینے کے لئے پہنچے تو وہاں ایک عورت اور بچہ کو سنسان جگہ پر موجود پا کر حیرت زدہ ہوئے انہوں نے سیدہ ہاجرہ سے پانی طلب کیا اس کے بدلے میں کھانے کے لئے بڑی مقدار میں کھجوریں پیش کیں اور واپس چلے گئے بنو جرہم کے لوگ دوبارہ اس جگہ پر آئے پانی لیا بدلے میں کھجوروں کے علاوہ کچھ اور سامان دیا واپس لوٹ گئے عرب کے دوسرے قبیلے بھی وہاں آتے پانی لیتے واپس لوٹ جاتے چونکہ عرب کے لوگ خانہ بدوشوں کی زندگی گزارتے تھے اس لئے وہاں آمد و رفت رہتی تھی۔

ایک مرتبہ پھر بنو جرہم کے لوگ آئے حضرت ہاجرہ سے رہنے سہنے کے لئے اجازت طلب کی بنو جرہم کے لوگ سیدہ ہاجرہ کی طبیعت و عادت سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے انہوں نے آپؑ کو رحم دل اور ملنسار پایا قبیلہ جرہم کے لوگوں کو آپ کی عادتیں پسند آ گئیں، اسی لئے رہنے کی خواہش ظاہر کی پانی کی شکل میں آب زم زم بھی موجود تھا سیدہ ہاجرہ نے ان سے کہا کہ یہ پانی کا چشمہ میرا ہے، تم اس کے مالک نہیں ہو سکتے جرہم کے لوگوں نے شرط منظور کر لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”اس جرہمی گروہ نے اسماعیلؑ کی ماں کو ملنسار پایا وہ خود بھی چاہتی تھیں کہ کچھ انسان یہاں آباد ہوں چنانچہ وہ لوگ وہاں ٹھہر گئے اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو بھی وہاں بلا لیا یہاں تک کہ کئی گھرانے وہاں آباد ہو گئے حضرت اسماعیل علیہ السلام ان ہی لوگوں میں پلے اور بڑے ہوئے اور ان ہی سے عربی زبان سیکھی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی، عربی نہیں۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ اور ننھے اسماعیل کو اس سنسان وادی میں چھوڑا تو وہ بے یار و مددگار تھے انہیں ہر طرح کے مصائب اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا کوئی دلاسہ دینے والا بھی نہیں تھا تو اس وقت حضرت ہاجرہ کو بشارت ہوئی۔ نہ خوف کرو نہ غم کھاؤ، اللہ تعالیٰ نہ تمہیں ضائع

کرے گا نہ بچہ کو، یہ بیت اللہ کا مقام ہے جس کی تعمیر اس بچہ اور اس کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مقدر ہو چکی ہے اللہ کے خلیل نے اللہ کا گھر بنانے کی خاطر بے مثال ایثار کیا آپ کے گھرانے کے دو افراد نے طرح طرح کے مصائب جھیلے۔ آپؑ نے اپنے بیٹے اور اس کی ماں کو مقدس گھر کے قریب لا بسایا تا کہ دعوت اور اللہ کا دین پھیلانے کا مشن و مقصد کامیاب ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں اور ان سے قبل بھی لوگ بتوں کو خوش کرنے کے لئے انسانی جانوں یا بعض موقع پر جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ ان کا معبود ان سے قربانی طلب کرتا ہے اگر ان باطل معبودوں کو خوش کرنے کے لئے قربانی نہ دی جائے تو ان کا معبود ناراض ہو جاتا ان پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل کرتا ان کے خیال میں آفات سے بچنے کے لئے قربانی دینا ضروری ہے، لیکن اسلام میں قربانی کا مقصد کچھ اور ہے حضرت ابراہیمؑ اللہ کے نبی تھے، انہوں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل جو ان کے بڑھاپے کا سہارا بننے والا ہے اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے ہیں قرآن مجید میں اس کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

پھر جب وہ لڑکا یعنی اسماعیل دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ایک روز ابراہیمؑ نے کہا: "بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا

ہوں اب تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟"

اس نے کہا" ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جارہا ہے، اسے کر ڈالئے آپ انشاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"

آخر جب ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیمؑ نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرادیا تو ہم نے اس کو ندا دی۔" اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیہ میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف ہمیشہ کے لئے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔"

خواب کا مطلب واضح ہے انہوں نے دیکھا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں لیکن ذبح نہیں کیا، لڑکے سے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ واقعی وہ لڑکا صالح اور نیک تھا یا کہ نہیں جب لڑکے نے کہا کہ اگر اللہ کا حکم ایسا ہی ہے تو کر ڈالئے لڑکے کا جواب یہ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ باپ کا فرمانبردار اور خدا کا حکم ماننے والا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پوری ہو گئی۔

قربانی کا یہ واقعہ منیٰ کے مقام پر پیش آیا، اس وقت سے اسی تاریخ یعنی ۱۰ ذی الحجہ کو اسی مقام منیٰ پر اس واقعہ کی یاد مناتے ہیں اور جانوروں کی قربانیاں دیتے ہیں۔ ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے مکہ آئے اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ سے کہا کہ اللہ کا حکم ہے کہ میں اس کے گھر کی تعمیر

کروں اس کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ بیٹے نے جواب دیا کہ بیت اللہ کی تعمیر کے لئے میں حاضر ہوں، اس کام میں آپ دیر نہ کیجئے، اس کا قرآن کریم میں اس طرح ذکر کیا گیا۔

''اور یہ کہ ابراہیم اور اسمٰعیل جب اس گھر کی دیواریں چن رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے: ''اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ گھر باپ اور بیٹے تعمیر کر رہے تھے یہ گھر صرف عبادت کے لئے ہی نہ تھا، بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے میل ملاقات کی جگہ تھی تا کہ یہاں بھائی چارہ کا منظر نظر آئے سب آپس میں ایک دوسرے سے ملیں وہاں جانے والے خواہ کسی نسل کے ہوں، کسی رنگ کے ہوں، کوئی بھی زبان بولنے والے ہوں، یہاں سب ایک ہو جاتے ہیں، اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔

قرآن کریم میں مختلف مقامات پر مختلف انداز میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ابراہیم کے لئے اس کے گھر کی جگہ مقرر کی اور ہدایت کی کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا۔''

یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی تھا جو مکہ میں تعمیر ہوا یہ گھر برکت والا ہے اور سارے جہانوں کی ہدایت کے لئے ایک مرکز ہے

اس میں اللہ کی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے جو کوئی اس میں داخل ہو جاتا ہے اس کو امن مل جاتا ہے ایک موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:

"اے رب ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا ہماری نسل میں سے ایک ایسی قوم اٹھا، جو مسلمان ہو جو تیرے احکامات پر عمل کرے ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، ہماری غلطیوں کو معاف فرما تو بڑا معاف کرنے والا ہے۔ اے رب ان لوگوں میں، خود ان ہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھا جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا طاقتور اور حکمت والا ہے"

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں اللہ کے گھر کی تعمیر کر چکے تو لوگوں کو عبادت کے لئے بلایا گیا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے "اور حکم دیا کہ لوگوں میں عام منادی کر دو کہ تمہارے پاس آئیں، خواہ پیدل آئیں یا دور دراز مقام سے دبلی اونٹنیوں پر آئیں تاکہ یہاں آکر دیکھیں کہ ان کے لئے کیسے کیسے دینی اور دنیاوی فائدے ہیں۔

بنو جرہم قبیلہ میں حضرت اسماعیل کی شادی:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنو جرہم کے قبیلے میں ہوئی، یہی قبیلہ اس ویران جگہ حضرت ہاجرہ سے اجازت لے کر آباد ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی حضرت ہاجرہ قبطی زبان بولتی تھیں بنو جرہم عربی بولتے تھے اسی لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سسرالی زبان عربی تھی، اس علاقے میں عرب کے لوگ آباد ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام عرب، حجاز، یمن، اور حضرموت کے علاقوں میں تبلیغ کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام کا اخلاق بہت اچھا تھا وعدے کے اچھے تھے آپ علیہ السلام کے بارہ بیٹے ایک بیٹی تھی۔

آپؑ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے زکوٰۃ دینے کا مقصد غریبوں کی بھلائی تھی، آپ غریب اور محتاجوں کا خاص خیال رکھتے تھے آپؑ اللہ کے احکامات پر عمل کرتے تھے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھرانے سے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام شام کے ایک علاقہ کنعان میں رہتے تھے ان کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں حضرت یوسف علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نہایت خوبصورت اور نیک تھے، ان کی نیکی اور فرمانبرداری کے سبب حضرت یعقوب علیہ السلام ان کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک بھائی کا نام بن یامین تھا۔ حضرت یوسفؑ اور بن یامین سگے بھائی تھے اور باقی دس بھائی سوتیلے تھے۔

ایک رات حضرت یوسفؑ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا انہوں نے اپنا خواب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا انہوں نے بیان کیا کہ ابا جان میں نے خواب دیکھا کہ چاند سورج اور تارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ کیسا خواب ہے؟ حالانکہ کائنات کا ہر ذرہ اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے وہی اس کے لائق بھی ہے۔

باپ نے بیٹے کا خواب سن کر فرمایا: اے یوسف یہ ایک اچھا خواب ہے اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بڑا مرتبہ بخشے گا لیکن بھائیوں سے ذکر نہ کرنا ہوسکتا ہے کہ تمہارے بھائی تم سے دشمنی کریں۔ اللہ تمہیں نبوت عطا کرے گا، جس طرح تمہارے خاندان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے دادا

حضرت اسحاق علیہ السلام کو نبی بنایا تھا تم بہت خوش نصیب ہو۔

خواب سننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت چاہنے لگے ان کے دوسرے بھائیوں میں وہ خوبی نہیں تھی۔ بھائیوں نے دیکھا کہ حضرت یوسفؑ اپنے باپ کے بہت زیادہ قریب ہیں بھائیوں کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی، اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ جس گھرانے میں زیادہ افراد ہوں یا جس کی اولاد کی تعداد زیادہ ہو اسے معاشرے میں برتری حاصل رہتی تھی اسے طاقتور سمجھا جاتا تھا، اسے فتح مندی کی علامت سمجھا جاتا وہ گھرانہ قوت اور فتح مندی کی علامت تصور کیا جاتا۔ ایسے گھرانے کی کسی سے جنگ ہو جائے یا کوئی مصیبت آن پڑے تو وہ قوت کے بل بوتے پر کامیاب ہو جاتا۔ اور جنگ ہوتی تو فتح حاصل کر لیتا اسی بناء پر یوسف کے بھائیوں کا کہنا تھا کہ ہم جسمانی قوت کے مالک ہیں اور بہادر بھی ہیں۔ آڑے وقت پر ہم کام بھی آسکتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارا باپ ہمیں نہیں چاہتا، ہمارا باپ غلطی پر ہے ہمارے مقابلے میں یوسف بہت زیادہ کمزور ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے باپ کا دماغ چل گیا ہے اس لئے وہ ہمیں نہیں چاہتے، ان کی نگاہ میں یوسف ہی سب کچھ ہے ہم کچھ نہیں ہیں ہمیں اس کے لئے کیا کرنا چاہئے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ مشورہ کے لئے آپس میں سب بھائی ایک جگہ جمع ہوئے باتیں ہوئیں ہر ایک نے اپنی اپنی رائے اور خیالات کا اظہار کیا جس

کی جو سمجھ میں آیا کہا ان میں سے ایک نے کہا کہ یوسف کو جان سے مار ڈالنا چاہیئے، دوسرے نے کہا کہ نہیں جان سے مارنا اچھا نہیں ہے بلکہ اندھے کنوئیں میں ڈال دینا چاہیئے ایسی صورت میں کسی کی بھی نظر پڑ سکتی ہے، وہ اٹھا کر لے جائے گا اس بات کی سب نے تائید کی اور کہا کہ یہی بہتر ہے یوسف نہ ہو تو ہماری قدر ہوگی۔ ہم باپ کے منظور نظر ہوں گے ہمیں باپ کا پیار ملے گا سب نے یہی بات کہی۔

چنانچہ ایک دن یوسف کے سوتیلے بھائیوں نے باپ سے کہا۔

''ابا جان ہم لوگ سیر کے لئے جا رہے ہیں وہاں ہم سب کھیلیں گے، تماشہ بھی دیکھیں گے اپنا دل بھی بہلائیں گے ہمارے ساتھ یوسف کو بھی بھیج دیجئے وہ بھی ہمارے ساتھ ساتھ رہے گا اس کا دل بھی بہل جائے گا۔''

باپ نے کہا کہ ''میرا دل نہیں چاہتا کہ میں یوسف کو اپنی نظروں سے دور کروں۔''

بیٹوں نے باپ سے کہا کہ ''کیا آپ ہم پر بھروسہ نہیں کرتے ہم تو یوسف کو بہت چاہتے ہیں اس سے محبت بھی کرتے ہیں ہم سب اس کی نگہبانی کریں گے ساتھ لے جائیں گے اور ساتھ لائیں گے۔''

باپ نے بیٹوں سے کہا ''اگر تم لوگ لے جاؤ گے تو مجھے غم ہوگا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم غفلت میں رہ جاؤ اور بھیڑیا اٹھا کر لے جائے۔''

بیٹے بولے ''ہم غفلت میں نہیں رہیں گے ہم سب ایک ساتھ جا رہے ہیں اکٹھے سیر کریں گے ہم سب کے ہوتے ہوئے بھیڑیا کس طرح لے جائے گا۔''

باپ نے بیٹوں سے کہا کہ ''یوسف کو لے جاؤ، اور ساتھ لے آؤ میں انتظار کروں گا میری آنکھیں دیکھنے کے لئے ترستی رہیں گی۔'' سب نے باپ سے اجازت لے لی، یوسف کو ساتھ لیا اور انجانے مقام کی طرف چل پڑے جگہ سنسان تھی راستہ طے کرتے رہے دور ایک کنواں نظر آیا، بھائیوں میں سے ایک نے کنوئیں کی طرف اشارہ کیا، آپس میں باتیں ہوئیں سب کنوئیں کی طرف گئے یوسفؑ کا کرتہ اتارا سب نے مل کر یوسف کو کنوئیں میں دھکیل دیا۔ یوسفؑ چیختا رہا مگر کسی کو رحم نہ آیا، اس کے بعد کسی جانور کو مارا اور اس کے خون سے یوسفؑ کا کرتہ رنگ دیا۔ کرتہ خون سے لال ہو گیا۔ اندھیرا ہو چلا تھا۔

سب باپ کے پاس پہنچے، کہا کہ کھیلنے کے دوران ہم دوڑنے لگے بازی لگائی کہ کون سب سے آگے جاتا ہے، یوسف نے دوڑ میں حصہ نہیں لیا ہم سب نے اسے سامان کی نگہبانی کے لئے بٹھا دیا، یہ کہتے ہوئے سب نے بناوٹی رونا شروع کیا تا کہ باپ کو یقین آ جائے، پھر کہا کہ وہاں یوسف اکیلا سامان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک کسی طرف سے بھیڑیا آیا اسے اٹھا کر لے گیا۔ ہم یوسف کو بچانے کے لئے سب مل کر دوڑے لیکن بھیڑیے تک ہم

نہیں پہنچ سکے۔ یہ یوسف کا خون آلود کرتہ ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ ''مجھے یقین نہیں آتا جو کچھ تم لوگ کہہ رہے ہو وہ جھوٹ ہے میں اللہ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ مجھے صبر جمیل عطا کرے۔'' حضرت یعقوب، یوسف کی یاد میں روتے رہے۔

بھائیوں نے یوسف کو کنوئیں میں پھینک دیا اور واپس لوٹ آئے اللہ کی قدرت یہ کہ جہاں کنواں تھا اسی راستہ سے تاجروں کا ایک قافلہ گزر رہا تھا، قافلہ والوں نے کنواں دیکھا تو پانی کی حاجت محسوس ہوئی پانی لینے کے لئے ان میں سے ایک شخص کنوئیں کے پاس پہنچا جیسے ہی اس نے ڈول ڈالا تو دیکھا کہ کنوئیں میں پانی نہیں ہے ایک لڑکا چیخ رہا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو خبر دی سب مل کر آئے یوسف کو کنوئیں سے نکالا سب حیرت زدہ تھے کہ معاملہ کیا ہے، سب سوچ رہے تھے کہ لڑکا کیوں کر کنوئیں کے اندر گرا؟

قدیم زمانے میں انسانوں کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی جو بھی کسی آدمی کو خریدتا اسے غلام بنا کر اپنے پاس رکھتا اور محنت و مشقت کراتا ظلم و تشدد بھی کرتا، چنانچہ یہ قافلہ مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا قافلہ والوں نے آپس میں کہا کہ اس لڑکے کو فروخت کر کے کافی منافع حاصل کریں گے پھر یوسف کو مصر لے گئے۔ کہتے ہیں مصر کے بادشاہ کا ایک وزیر تھا جسے عزیز مصر کہتے تھے۔ مصر میں اسے بادشاہ کے بعد پورے اختیارات حاصل تھے،

خزانے کا محکمہ بھی اسی کے پاس تھا اسی نے قافلہ والوں سے بہت ہی کم معاوضہ دے کر خرید لیا۔

عزیز مصر کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی یہ اس کے لئے ایک اچھا موقع تھا اسے اولاد کی خواہش بھی تھی عزیز مصر اور اس کی بیوی نے اسے پالنا شروع کیا حضرت یوسفؑ کی عمر جب اٹھارہ سال ہوئی اور اس میں سمجھداری پیدا ہوئی تو اسے گھر میں پورے اختیارات حاصل ہو گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہی عزیز مصر کا حقیقی بیٹا ہے اس کی پرورش بھی اولاد کی طرح ہی ہوئی حضرت یوسفؑ بعض کاموں میں عزیز مصر کا ہاتھ بٹانے لگے صاحب حیثیت گھرانے میں پرورش پانے کے سبب مزاج، عادات و اطوار میں بھی تبدیلی آ گئی انتظامی امور کو انجام دینے کی تربیت بھی حاصل ہوگئی، نیکی اور پرہیز گاری میں بھی ایک مثالی حیثیت رکھتے تھے۔

اللہ نے حسن اور خوبصورتی دے رکھی تھی، جو عورت بھی دیکھتی فریفتہ ہو جاتی، عزیز مصر کی بیوی کی بھی نیت خراب ہوگئی حالانکہ اس نے بیٹے کی طرح پرورش کی تھی، لیکن وہ بھول چکی تھی، یوسفؑ کو جب دیکھتی تو دیکھتی ہی رہ جاتی وہ چاہتی تھی کہ یوسفؑ ہر وقت اس کے سامنے ہی رہے۔ عزیز مصر کی بیوی کا نام زلیخا تھا، زلیخا نے یوسفؑ کو ترغیب دی کہ اس کے قریب ہو جائے۔

زلیخا کیا چاہتی ہے یوسفؑ بھانپ گئے اور پیچھے ہٹنا شروع کیا اور کہا

کہ خدا کی پناہ مجھ سے ایسی حرکت نہیں ہو سکتی یہ سراسر گناہ ہے۔ایک دن زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو کمرے میں بلا کر دروازہ بند کیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا تو یوسفؑ نے کہا کہ میں اپنے رب کی پناہ میں ہوں، پھر وہ کمرے سے باہر نکلنے کے لئے دروازہ کی طرف دوڑے تو زلیخا بھی اسے پکڑنے کے لئے دوڑی پیچھے سے کرتے کا دامن کھینچ لیا تو کرتہ تار تار ہو گیا اتفاق سے عزیز مصر بھی آرہا تھا اسے اچانک آمنے سامنے دیکھ کر زلیخا نے جھوٹ بولنا شروع کیا کہ یوسف کی نیت اچھی نہیں ہے وہ مجھ سے بدتمیزی کرنا چاہتا تھا میں دوڑی۔

یوسفؑ نے جواب دیا کہ میں بے گناہ ہوں، زلیخا مجھ پر تہمت لگا رہی ہے۔عزیز مصر نے یوسفؑ سے کہا کہ میں نے تمہیں اپنی اولاد کی طرح پالا تم نے اس کا اچھا بدلہ نہیں دیا۔زلیخا نے عزیز مصر سے کہا کہ اسے قید کر لیا جائے اور سخت سزا دی جائے تاکہ زندگی بھر یاد رہے۔اسی گھرانے کا ایک آدمی سب کچھ سمجھ گیا اسے زلیخا کی باتوں پر یقین نہیں تھا وہ اس کے مزاج و عادت سے واقف تھا، گرچہ زلیخا کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا یوسف کی خوبصورتی نے اس کا دل موہ لیا اس آدمی نے اپنی دانشمندی سے عزیز مصر کا غصہ ٹھنڈا کیا اس نے کہا کہ اگر یوسف کا کرتہ سامنے سے پھٹا ہوا ہو تو یوسف قصوروار ہے اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔

عزیز مصر نے دیکھا کہ یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے اس کا

مطلب یہ ہے کہ یوسف بھاگ رہا تھا زلیخا نے کرتہ پکڑ کر کھینچا، حضرت یوسفؑ اللہ کے نبی تھے نیک اور پاک باز تھے وہ گناہ کی طرف مائل نہیں ہوئے۔قربان جایئے اللہ کی یہ کیسی مصلحت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک عام گھرانے میں پیدا ہوئے مگر ان کی پرورش شاہی محل میں ہوئی فرعون کے کوئی اولاد نہ تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام بھی ایک عام گھرانے میں پیدا ہوئے ان کی پرورش عزیز مصر نے کی۔ وہ بھی اولاد سے محروم تھا اللہ تعالیٰ کسی کو اعلیٰ مرتبہ بخشتا ہے تو اس کے مزاج اور ماحول کو پہلے ہی سے بدل دیتا ہے، عزیز مصر نے یوسف سے اور کچھ نہیں کہا، مگر زلیخا پر لعنت، ملامت کرنا شروع کیا۔ آخر یوسفؑ کے اندر کیا خوبی ہے تم اس کی طرف مائل ہو گئیں۔ زلیخا نے جواب دیا میں تم سب کو آزمائش میں ڈالوں گی، جس آزمائش سے گزری ہوں۔ چنانچہ ایک روز عزیز مصر کی بیوی نے تمام عورتوں کو کھانے پر بلایا عورتیں مجلس میں آئیں اور سب کے سامنے کھانے کے لئے ایک ایک پھل اور ایک ایک چاقو رکھ دیا پھر یوسف کو عورتوں کی مجلس میں بلایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جیسے ہی مجلس میں حاضر ہوئے تمام عورتیں دیکھ کر بے ہوش سی ہو گئیں، ایک نشہ سا طاری ہو گیا چاقو سے پھل کاٹنے کی بجائے سب نے اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ انگلیوں سے خون بہنے لگا۔

زلیخا نے برا بھلا کہنے والی عورتوں سے کہا کہ تم سب کو کیا ہو گیا کہ تم

ہوش میں نہ رہیں، پھل کاٹنے کی بجائے اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں، عورتوں نے کہا کہ ماشاءاللہ یہ تو بشر نہیں ہے یہ تو فرشتہ ہے۔اسے دیکھ کر تو ہمارے ہوش اڑ گئے۔

زلیخا نے کہا کہ تم سب عورتیں مجھے بدنام کرنے پر تلی ہوئی تھیں اب تم سب کا حال ایسا کیوں ہوا تم نے تو دیکھ کر پھل کاٹنے کی بجائے انگلیاں کاٹ لیں زلیخا نے عورتوں سے کہا کہ میں نے اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی لیکن وہ مجھ سے بچ نکلا، اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں اسے قید کر دا دوں گی اس پر یوسفؑ نے فرمایا:

"اے رب مجھے قید پسند ہے، مگر اس کے پاس جانا پسند نہیں ہے۔ اے رب مجھے تو ہی بچا سکتا ہے، اگر اس کے قریب آ جاؤں تو میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔"

اللہ نے یوسفؑ کو بچا لیا۔زلیخا کی جب زیادہ بدنامی ہونے لگی، یوسفؑ نے بھی قریب آنے سے انکار کر دیا تو یوسفؑ کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکی کا چرچہ سارے شہر میں تھا، یہ بات ہر عورت جانتی تھی حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں تھے اور اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے قید خانے میں لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے تھے، یوسفؑ جب قید میں تھے تو ان کے بعد دو اور نئے قیدی بھی قید خانے میں آئے ان میں

ایک شخص وہ تھا جو بادشاہ کو شراب پلایا کرتا تھا دوسرا قیدی باورچی خانہ کا افسر تھا ۔ دونوں نے کوئی قصور کیا تھا اس لئے بادشاہ نے اس کی سزا دی تھی حضرت یوسف علیہ السلام لوگوں کو سچا راستہ دکھاتے تھے اللہ کا حکم بیان کرتے تھے، اسی لئے قید خانے کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام سے عقیدت رکھتے تھے، اور یہ جانتے تھے کہ یوسفؑ نیک اور پارسا ہے اسی لئے دونوں میں سے ایک شخص نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں اس خواب کی کیا تعبیر ہے، دوسرے نے کہا کہ میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سر پر روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور پرندے میرے سر پر رکھی ہوئی روٹیوں کو نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں، اس کی تعبیر بھی آپ بتا دیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتانے سے قبل ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتے ہو اللہ ہی عبادت کے لائق ہے مگر تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی پوجا کرنی شروع کر دی اس لئے تم لوگ غلط راستے پر ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا باپ حضرت یعقوبؑ، میرے دادا اسحاقؑ اور پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ہمارے باپ دادا اور پردادا اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر تھے جو صرف ایک اللہ کو مانتے تھے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے ہم سب پر اللہ کا فضل ہے لیکن بہت سے لوگ شکر نہیں کرتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام

قدیوں کو تبلیغ کرتے تھے انہیں نیکی کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ قیدیوں کے دلوں پر یوسفؑ کی باتوں کا بہت اثر ہوا۔ دونوں قیدی اللہ پر ایمان لے آئے اور کہا کہ اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تمہارے باپ دادا کے دین پر ایمان لاتے ہیں۔

پھر دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہم نے جو خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بھی بتا دیں آپ جو کچھ بتائیں گے وہی سچ ہوگا اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ جس نے خواب میں دیکھا کہ شراب پلا رہا ہے، وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور جس کے سر پر روٹیاں تھیں اور پرندے روٹیاں کھا رہے تھے وہ سولی پر چڑھے گا۔ آپؑ نے بادشاہ کو شراب پلانے والے سے کہا جب تو رہا ہو کر بادشاہ کے پاس ملازم ہوگا اور شراب پلائے گا تو اس وقت بادشاہ سے میری سفارش کرنا کہ میں بے گناہ ہوں مجھے رہا کر دے۔ جب وہ شخص گیا تو یوسف نے جو کچھ کہا تھا سب بھول گیا حضرت یوسف علیہ السلام بڑی مدت تک جیل ہی میں ناکردہ گناہ کی سزا کاٹتے رہے، وہ بے یار و مددگار تھے رہائی کی کوئی امید ہی نہیں تھی، وہ جیل میں قدیوں کو دین کی راہ دکھاتے رہے اللہ کی یاد تو ان کا معمول تھا۔

ایک روز بادشاہ نے اپنے مصاحبوں اور وزیروں سے کہا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے اگر تم میں سے کوئی تعبیر بتا سکتا ہے تو مجھ سے کہے۔ مصاحبوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ اپنا خواب بیان کریں، ہو سکتا ہے کہ ہم

میں سے کوئی تعبیر بتادے۔

بادشاہ نے کہا ''میں نے خواب میں دیکھا کہ سات دبلی گائیں کھارہی تھیں سات موٹی گائیں، اناج کی سات بالیں ہری اور تازہ تھیں، اور سات سوکھی بالیں تھیں، لیکن سوکھی بالیں ہری بالیں کھارہی تھیں، دبلی گائیں کس طرح موٹی گائیں کھاسکتی ہیں ہری بالیوں کو سوکھی بالیاں کھارہی تھیں اس کا کیا مطلب ہے؟''

مصاحبوں نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر بتانے سے قاصر ہیں، یہ باتیں بادشاہ کو شراب پلانے والے تک پہنچ گئیں۔ اس نے سنا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی باتیں یاد آ گئیں۔ اس نے بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سب کچھ بتادیا اور کہا کہ اس خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام ہی بتاسکتے ہیں۔ جیل میں ہیں سزا کاٹ رہے ہیں۔

بادشاہ کو شراب پلانے والے خادم نے کہا کہ آپ مجھے یوسف کے پاس بھیج دیجئے میں اس سے تعبیر معلوم کر کے آؤں گا بادشاہ نے اسے اجازت دے دی۔ وہ یوسفؑ کے پاس پہنچا اس نے بادشاہ کے خواب کا ذکر کیا۔ سات گائیں دبلی ہیں وہ سات موٹی گائیں کھارہی ہیں، سات سوکھی بالیں، ہری اور تازہ بالیں کھارہی ہیں، اے یوسف اس خواب کی تعبیر بتادو، تم نیک اور سچے ہو تم جو کچھ بتاؤ گے میں بادشاہ سے جا کر کہوں گا۔ ہوسکتا ہے، بادشاہ تم پر رحم کرے اور قید خانے سے نجات دلائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:

"ملک میں سات برس تک خوب اناج اور پھل ہوگا آنے والے سات سال اچھے نہیں ہوں گے۔ اناج پیدا نہیں ہوگا، قحط پڑ جائے گا ابھی سات سال کے اندر جو اناج ہوگا کھانے کے ساتھ ساتھ بچا کر بھی رکھنا ہوگا، بچا ہوا اناج قحط کے زمانے میں کام آئے گا اناج بچا کر نہ رکھا جائے تو لوگ بھوک سے مریں گے اور یہ اناج بالیوں میں ہی رکھنا ہوگا تا کہ خراب نہ ہو۔ چنانچہ پہلے سات سال اچھے رہیں گے، اس دوران یہ فائدہ ہوگا کہ خوب بارش ہوگی زمین زرخیز ہوگی اناج بہت پیدا ہوگا۔"

جب خادم نے یوسف کی کہی ہوئی باتیں بادشاہ کو بتا دیں تو بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اور کہا۔ یوسفؑ کو میں قید سے آزاد کرنا چاہتا ہوں۔ یوسف کو میرے پاس لاؤ تا کہ میں مزید باتیں معلوم کرسکوں، یوسفؑ ایک ذہین اور نیک شخص معلوم ہوتا ہے۔ جب خادم یوسفؑ کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا پیغام دیا تو یوسفؑ نے خادم سے کہا۔ "میں انصاف چاہتا ہوں آخر مجھے قید میں کس جرم کی پاداش میں ڈالا گیا اور زلیخا کے بارے میں بتایا کہ اس نے اپنے قریب بلانے کی بہت کوشش کی بہت پھسلایا، بہت دھمکایا لیکن میں نے اس کے جال میں پھنسنے سے انکار کر دیا اللہ نے مجھے گناہ سے بچایا، زلیخا کے پاس آنے والی عورتوں نے مجھے دیکھتے ہی اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں یہ باتیں عیب کی ہیں بتانے کا سبب صرف یہی ہے کہ عزیز مصر جان لے کہ میں بے

گناہ اور پاک ہوں میں نے کوئی خیانت نہیں کی، اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا میں کسی کو رسوا کرنا بھی نہیں چاہتا میں اللہ کے حکم کے مطابق زندگی گزار رہا ہوں۔'' شراب پلانے والے خادم نے یوسف کی زبانی باتیں سنیں، جا کر بادشاہ کو تمام واقعہ سنایا۔

بادشاہ نے زلیخا اور دوسری عورتوں کو بلایا تا کہ اصل سبب معلوم ہو جائے زلیخا نے بادشاہ سے سچ سچ باتیں بتادیں اور کہا کہ میں نے یوسف کو دعوت گناہ دینے کی بہت کوشش کی مگر یوسفؑ مجھ سے بچ کر نکل گیا، مجھے یقین ہو گیا کہ وہ نیک اور پاک باز ہے۔ جب بادشاہ نے دوسری عورتوں سے انگلیوں کے کاٹنے کا سبب معلوم کیا تو عورتوں نے بتایا کہ واللہ ہم نے آج تک ایسا خوبرو جوان نہیں دیکھا، اسے دیکھتے ہی ہم سب کے ہوش اڑ گئے اور بے خودی میں اپنی اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔ یوسف انسان نہیں فرشتہ ہے، یوسف نیک اور بے گناہ ہے۔ بادشاہ نے زلیخا اور دوسری عورتوں سے انگلیوں کے کاٹنے کا سبب اور سچائی معلوم کرنے کے بعد حکم دیا کہ یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ میں اسے اپنے خاص مصاحبوں میں جگہ دوں گا بعض کاموں میں اپنا مددگار بناؤں گا تا کہ حکومت کے کاموں میں آسانی پیدا ہو۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس گئے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے باتیں کیں اور کہا کہ ''میں تمام واقعات سے واقف ہو چکا ہوں میں آپ کو خاص مرتبہ دوں گا، آپ عزت والے ہیں میں آپ کو اپنے پاس رکھوں گا،

مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے، آپ نے خواب کی تعبیر بتائی کہ پہلے سات سال میں خوب پیداوار ہوگی بعد کے سات سالوں میں قحط پڑے گا، میں چاہتا ہوں غلہ کا انتظام آپ کے ہاتھ میں دے دوں۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے منظور کرلیا اور کہا کہ میں اس کام کو بخوبی انجام دوں گا تاکہ ملک میں رعایا خوش رہے اور اناج کی کمی نہ ہو' حضرت یوسف علیہ السلام نے خوراک کا محکمہ سنبھال لیا' سات سال میں جو غلہ پیدا ہوا تھا اسے بچا کر رکھا جب دوسرے سات برسوں میں پیداوار نہ ہوئی تو رکھے ہوئے غلے کے ذخیرہ سے لوگوں کو اناج فراہم کیا، ملک قحط سے بچ گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی جگہ لے لی اور حکومت کرنے لگے۔ ملک شام کے علاقہ کنعان میں غلہ نہ ملنے کے سبب قحط پڑ گیا کنعان کے رہنے والے بھی پریشان تھے وہ غلہ لینے کے لئے مصر پہنچنے لگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گیارہ بیٹوں میں سے دس بیٹے بھی غلہ لینے کے لئے مصر پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی اپنا تعارف کراتے ہوئے باپ کا نام یعقوب علیہ السلام اور جو بھائی نہ آ سکا اس کا نام بن یامین بتایا، ان کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ میرے بھائی ہیں جنہوں نے مجھے کنومیں میں دھکیل دیا تھا آپ دل ہی دل میں اپنے باپ اور بھائی بن یامین کو یاد کرنے لگے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم دس آدمی آئے ہو میں

صرف تم لوگوں کا حصہ ہی دوں گا' یہاں بھی غلہ کی کمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا باپ آنے کے قابل نہیں وہ بوڑھا ہے اور بھائی بن یامین کا حصہ بھی دے دیجئے ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ باپ آنے کے قابل نہیں تو کوئی بات نہیں' مگر اب کی بار اپنے بھائی بن یامین کو بھی ساتھ لیتے آنا جب ہی میں غلہ دوں گا اور باپ کا حصہ بھی دوں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں غلہ دے دیا ان سے قیمت کے طور پر رقم بھی وصول لی۔ جب وہ لوگ غلہ لے جانے کے لئے ذخیرہ کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے غلاموں کے ذریعہ غلہ کے ذخیرے میں وہ رقم بھی رکھوادی جو غلہ کے عوض ان سے لی تھی، قافلہ غلہ لے کر روانہ ہو گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے غلہ لے کر گھر پہنچے' غلہ حاصل کرنے کے دوران جوان پر بیتی تھی باپ کو سنادی اور اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ عزیز مصر کے حکم کے مطابق سب کے حصہ کا غلہ اسی شرط پر ملے گا جب ہم بھائی بن یامین کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں' باپ نے کہا تم لوگ یوسفؑ کو لے گئے لیکن واپس نہیں لائے میں اس کی یاد میں اب تک آنسو بہا رہا ہوں' روتے روتے میری بینائی بھی جاتی رہی یوسف کی جدائی کا زخم میرے سینے میں ہے وہ اب تک سوکھا نہیں ہے اب تم یہ کہہ رہے ہو کہ میں اپنے بیٹے بن یامین کو تمہارے ساتھ کر دوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا اب تم پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ اصل حفاظت کرنے والا اللہ ہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے لائے ہوئے غلہ کا ذخیرہ کھولا تو اس میں وہ رقم بھی مل گئی جو غلہ کے عوض دی تھی رقم دیکھ کر پھولے نہ سمائے۔ باپ سے کہا کہ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ جو رقم خریداری میں دی تھی وہ مل گئی غلہ تو مفت ہاتھ آیا۔ آپ بن یامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے ہم غلہ لے کر آئیں گے ورنہ ہمیں اناج کا ایک دانہ بھی نہیں ملے گا۔ عزیز مصر کے حکم کی تعمیل بھی ضروری ہے ہم سب بن یامین کی حفاظت کریں گے باپ نے کہا مجھے تم لوگوں پر یقین نہیں آتا تمہارے ہی کہنے پر میں یوسف کو کھو چکا ہوں اب تم لوگ بن یامین کے پیچھے پڑ گئے۔

بیٹوں نے کہا ہم یقین دلاتے ہیں کہ اپنی جان سے بھی زیادہ بن یامین کی حفاظت کریں گے باپ نے ان کی باتیں سن کر کہا اگر تم لوگ قسم کھا کر کہو کہ بن یامین کو بحفاظت لاؤ گے یہ بات اور ہے کہ تم خود مصائب میں گھر جاؤ۔ بیٹوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہم ضرور بن یامین کو ساتھ لیتے آئیں گے پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا جو کچھ کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں مجھ میں کوئی طاقت نہیں انہوں نے بیٹوں کو نصیحت کی کہ تم سب ایک ہی دروازہ سے داخل مت ہونا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا سب نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔

چنانچہ سب بھائی مصر پہنچے حضرت یوسف علیہ السلام سے سب

بھائیوں نے ملاقات کی اور کہا کہ اس سفر میں ہم لوگ بن یامین کو بھی ساتھ لائے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے بن یامین کو خاموشی سے بلایا اور کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں، سوتیلے بھائیوں نے جو سلوک کئے اس سے غمگین نہ ہونا۔ بن یامین نے ان باتوں کو راز میں رکھا بھائیوں کو نہیں بتایا۔ یوسفؑ نے سب کو غلہ دیا، بن یامین کے حصہ میں جو غلہ آیا اس غلہ میں بادشاہ کا ایک پیالہ غلاموں کے ذریعہ رکھوا دیا اور سب کو روانہ کیا جب قافلہ کچھ دور نکلا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم کے مطابق غلاموں نے زور زور سے قافلہ والوں کو آواز دیتے ہوئے کہا کہ تم سب چور ہو، تم لوگوں نے بادشاہ کا پیالہ چرایا ہے۔

ان لوگوں نے کہا کہ ہم چور نہیں ہیں ہم نے کوئی چیز چوری نہیں کی ہے ہم سب قسم کھانے کے لئے تیار ہیں، عزیز مصر کے آدمیوں نے کہا۔ ''ہم تلاشی لیں گے، جس کے سامان میں پیالہ رکھا ہوا ملے ہم سزا کے طور پر اسے روک لیں گے ہمارے یہاں کا یہ دستور ہے۔'' سب نے حامی بھر لی، اور کہا ایسا ہی کریں آپ تلاشی لیں چنانچہ عزیز مصر کے آدمی نے تلاشی لی تو بن یامین کے سامان میں پیالہ رکھا ہوا ملا۔ عزیز مصر کے آدمیوں نے کہا کہ یہی چور ہے ہم اسے جانے نہیں دیں گے آپ لوگوں کو جانے کی اجازت ہے

بغیر بن یامین کے ان میں سے کوئی بھی گھر جانے کے لئے راضی نہ ہوا، عزیز مصر سے التجا کی کہ ہم سب اپنے باپ سے وعدہ کر کے آئے ہیں کہ

بن یامین کو ساتھ لے کر آئیں گے ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے وہ صدمہ برداشت نہ کر سکے گا ہم باپ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ بن یامین کے بدلے ہم میں سے کوئی بھی رکنے کے لئے تیار ہے۔ بن یامین کے قصور کی سزا ہم بھگتیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ''ایسا کیوں کر ممکن ہے جرم کوئی اور کرے سزا کسی اور کو ملے سزا تو صرف اسے ہی ملے گی جو قصوروار ہے اگر ہم بے گناہ کو پکڑیں گے تو ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ باتیں سن کر سب بھائی بہت پریشان ہوئے آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے ان میں سے ایک بھائی نے کہا کہ ہم اپنے باپ سے وعدہ کر کے آئے ہیں اگر ہم سب بن یامین کو چھوڑ کر چلے گئے تو معلوم نہیں ہمارا کیا حشر ہوگا ہم سب جانتے ہیں کہ ہم نے یوسفؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ان میں سے بڑے بھائی نے کہا کہ میں اس وقت تک واپس نہیں جاؤں گا جب تک کہ بن یامین کو اپنے ساتھ نہ لے لوں یا ہمارے باپ ہمیں حکم نہ دیں یا اللہ تعالیٰ کوئی آسانی پیدا کر دے تم لوگ جاؤ اور باپ سے سارا ماجرا بیان کرو اور کہو کہ ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ بن یامین چور نکلا غیب کا حال اللہ ہی جانتا ہے یہ لوگ واپس لوٹ گئے اور باپ سے چوری کا واقعہ بیان کیا اور بن یامین کو چور ٹھہرایا ان کی باتیں سن کر باپ نے کہا کہ تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو یہ بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے میں صبر کر رہا

ہوں، میں پہلے ہی یوسف کے غم میں مبتلا تھا اب بن یامین کے غم نے تو مجھے اور بھی بے حال کر دیا ہے۔

باپ نے اپنے بیٹوں سے کہا، جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اللہ کی ذات سے نا امید نہ ہونا نا امیدی کفر ہے، باپ کے کہنے پر پھر یہ لوگ مصر پہنچے اور عزیز مصر سے ملاقات کی اور کہا اے عزیز مصر ہم سب بہت پریشان ہیں باپ نابینا ہو چکے ہیں جو کچھ ہمارے پاس پونجی تھی وہ ہم لے آئے ہیں ہمیں غلہ دے دیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے گھر والوں کی پریشانی سنی تو بے چین ہو گئے اور کہا تم لوگوں نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا، یہ سب تمہاری نادانی اور جہالت کے سبب ہوا۔

بھائیوں نے یہ سنا تو چونک پڑے اور کہا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ انہوں نے جواب دیا تم ٹھیک کہتے ہو میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے مجھے مرتبہ دیا اور مجھ پر رحم کیا وہ سب سے بڑا رحم والا ہے جو مصیبت میں صبر کرتا ہے، اللہ اس کا ساتھ دیتا ہے۔

بھائیوں نے کہا ”ہم لوگوں سے بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے اللہ نے آپ کو بہت بڑا مرتبہ دیا ہے ہم اس کے لئے شرمندہ ہیں۔“

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا ”میں تم سب کو معاف کرتا ہوں میں بدلہ نہیں لیتا، اللہ بڑا رحیم اور کریم ہے اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا معاف کرنے والا ہے۔“

آپ نے فرمایا: میرا جامہ لے جاؤ باپ سے میرا سلام کہنا، اور میرا جامہ باپ کے سر پر رکھ دینا، اللہ ان کی بینائی واپس لوٹا دے گا بادشاہ نے سلطنت کے انتظام کے لئے مجھے پورا پورا اختیار دیا ہے بادشاہ کے بعد میں ہی حاکم ہوں، میں حکم دیتا ہوں کہ تم سب چلے آؤ اور میرے ساتھ رہو۔
حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر سے روانہ ہو گئے یہ سفر طے کر رہے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے، مجھے یقین ہے کہ میرا یوسف مجھے مل جائے گا تم لوگ یہ سمجھتے ہو گے کہ میں بڑھاپے کی وجہ سے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہوں۔ لوگوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی باتیں سن کر کہا یہ سب آپ کا وہم ہے آپ کے دل میں یوسف بسا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے دل میں خیالات پیدا ہو رہے ہیں، لوگوں نے حضرت یعقوبؑ کی باتوں پر توجہ نہیں دی جب قافلہ نزدیک پہنچا تو آپ نے فرمایا، اب مجھے خوش خبری ملنے والی ہے۔
جب یعقوبؑ کے بیٹے گھر پہنچے تو یوسف کا دیا ہوا جامہ باپ کے سر پر ڈالا تو آنکھیں روشن ہو گئیں، حضرت یعقوبؑ اپنی آنکھوں سے سب کو دیکھنے لگے۔ بیٹوں نے یوسف کے بارے میں تمام باتیں باپ کو بتلا دیں باپ خوش ہوئے اور کہا کہ میں نہ کہتا تھا کہ یوسف مجھے مل جائے گا۔ اللہ نے ان باتوں کا علم مجھے دیا ہے جو تم نہیں جانتے ہو۔ بیٹوں نے باپ سے کہا، ابا جان ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے ہم لوگوں سے خطا ہو گئی ہے۔

حضرت یعقوب نے تسلی دیتے ہوئے کہا ''اے میرے بیٹو میں اپنے رب سے تمہارے گناہ بخشواؤں گا وہ سب سے بڑا بخشنے والا ہے۔'' حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں کے ہمراہ مصر پہنچے، حضرت یوسفؑ نے اپنے گھر والوں، کا استقبال کیا، اپنے ماں باپ کو عزت کے ساتھ اپنے بازو میں تخت پر بٹھایا، حضرت یوسفؑ مصر کے حکمران تھے سب بھائی یوسفؑ کے سامنے جھک گئے، حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا ''اے میرے باپ میں نے جو خواب دیکھا تھا اللہ نے سچ کر دکھایا مجھے قید خانے سے نکالا، مجھے حکمرانی دی یہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے شیطان نے بھائیوں میں پھوٹ پیدا کر دی تھی دلوں میں بغض وعناد پیدا کر دیا تھا لیکن اللہ نے ہم سب پر رحم کیا، ہم سب مل گئے۔''

حضرت یوسفؑ نے اللہ سے دعا کی اور فرمایا ''میرے پروردگار تو نے وہ باتیں مجھے سکھائیں جو میں نہیں جانتا تھا اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی سب سے بڑا کارساز ہے آپ نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا یعنی مجھے پورا اختیار دے دیا، مجھ کو خوابوں کی تعبیر کا علم دیا، اے میرے پروردگار آخر میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھے خاص نیک بندوں میں شامل کر لیجئے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی تھے۔ آپؑ مدین میں رہتے تھے مدین کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحب زادے جن کا نام مدیان تھا ان کی اولاد اس شہر میں آباد ہوگئی اسی لئے اسے مدین کہا گیا۔ آپ بھیڑ بکریاں پالتے اور انہیں بیچ کر روزی کماتے تھے آپؑ اللہ کی عبادت میں رات دن مصروف رہتے لوگوں میں تبلیغ کرتے۔ حضرت شعیبؑ کی قوم میں بہت سی برائیاں تھیں وہ جھوٹ بولتے لوگوں کا حق، غصب کرتے، کمزوروں کا مال چھین کر اپنا پیٹ بھرتے بتوں کی پوجا کرتے زمین پر فساد برپا کرتے، ناپ تول میں کمی کرتے جب کسی کو کوئی چیز دینا چاہتے تو کم دیتے جب کسی سے کچھ لینا ہوتا تو زیادہ سے زیادہ وصول کرتے۔

اس گمراہ قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ لوگوں کو نیک عمل کرنے کی تلقین کرتے جب کسی سے بات کرتے تو اچھے اور سلجھے ہوئے انداز میں کرتے آپ جب وعظ و نصیحت کرتے تو اس طرح کرتے کہ معمولی سمجھ رکھنے والا بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا آپ فرماتے کہ جب کسی سے لین دین کرو تو معاملہ

صاف رکھو انصاف سے کام لو، لوگوں کا دل نہ دکھاؤ نہ کمزوروں پر ظلم کرو۔
آپؑ فرماتے اے قوم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں ناپ اور تول میں تم کو آسودہ دیکھنا چاہتا ہوں میں آنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں۔ قوم کے سردار آپؑ سے کہنے لگے کہ اے شعیبؑ مال ہمارا ہے چاہے ہم تول میں کم کریں، یا زیادہ یہ ہماری مرضی ہے تم کو ہمارے ناپ تول سے کیا کام، تم ہمارے معاملے میں کیوں دخل دیتے ہو ہم جو کچھ کرتے ہیں اپنی سمجھ سے کرتے ہیں یہ تو ہماری تجارت ہے۔

آپؑ قوم کی باتیں سن کر فرماتے اے قوم ایسی باتیں نہ کرو یہ تو سراسر اللہ کی نافرمانی ہے تم نے اللہ کی نافرمان قوموں کا حال تو سنا ہو گا کہ کس طرح ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا، قوم ہودؑ، قوم نوحؑ، قوم صالحؑ، قوم لوطؑ کا گزرا ہوا زمانہ ہم سے دور نہیں ہے یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ یہ قومیں کس طرح برباد ہوئیں، ان باتوں کا جواب دو کیا ان قوموں نے سچائی کو نہیں ٹھکرایا تھا کیا ان پر اللہ کا عذاب نہیں آیا تھا اگر تم نے بھی سچائی کو ٹھکرایا تو تم بھی پچھلی قوموں کی طرح عذاب میں گرفتار ہو گے، اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم پر اللہ کی رحمت ہو تو تم لوگ پروردگار کی طرف رجوع کرو، اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو بے شک میرا رب بہت مہربان اور محبت والا ہے۔

آپؑ نے فرمایا اے برادران قوم، اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تمہارے رب کی طرف سے صاف رہنمائی آ گئی ہے

سیدھا راستہ یہ ہے کہ جب وزن کرو تو پورا کرو وزن میں کمی نہ کرو، زمین پر فساد برپا نہ کرو جب کہ اصلاح ہو چکی ہے اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو، اور زندگی کے ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ، جو لوگ خدا پر ایمان لائے ہیں انہیں خوفزدہ نہ کرو جو لوگ خدا کے راستے پر چلتے ہیں ان کو نہ روکو۔

حضرت شعیب علیہ السلام جن جن باتوں کی تبلیغ کرتے تھے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شعیبؑ کی قوم تجارت پیشہ تھی وہ تجارت میں بددیانتی کرتی تھی ناپ تول میں کمی کرتی تھی ان کی ان خرابیوں کو روکنے کے لئے اللہ نے اس قوم کی طرف حضرت شعیبؑ کو مبعوث فرمایا قوم کے سردار حضرت شعیب علیہ السلام کے دشمن بن گئے تھے انہیں اپنی سرداری پر گھمنڈ تھا آپؑ کی تبلیغ کے جواب میں سردار کہتے کہ ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تجھ پر ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے تم کو اور تم پر ایمان لانے والوں کو ہماری باتیں ماننا پڑیں گی ہم جسے پوجتے ہیں تمہیں بھی پوجنا ہوگا جو ہم کرتے ہیں تمہیں بھی وہ کرنا ہوگا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم سے زبردستی منوایا جائے گا ہم تو اللہ کی طرف ہیں ہمارے رب کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ آپ نے فرمایا اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کی

قوم نے راہ راست پر آنے سے انکار کر دیا۔ سردار آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر ہم میں سے کوئی بھی شعیبؑ کی پیروی کرے گا تو ہم برباد ہو جائیں گے۔ چنانچہ قوم نے آپؑ کی باتوں کو جھٹلایا حضرت شعیب علیہ السلام قوم کے رویہ سے مایوس ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے بستی سے نکل گئے کہ

"اے برادران قوم میں نے اپنے رب کے پیغامات تم تک پہنچا دیئے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔"

اس کے بعد ان پر اللہ کا عذاب آیا ایک دل ہلا دینے والی آفت نے ان کو آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق اسرائیلی گھرانے سے تھا ان کے ماننے والے آج بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں اسرائیل کے نام سے اپنا ایک علیحدہ وطن قائم کرلیا ہے قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیل سے ذکر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام جس خاندان میں پیدا ہوئے اس کا نام بنی اسرائیل ہے اس خاندان کا سلسلہ پشت در پشت حضرت یعقوب علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اسرائیل کے معنی خدا کا بندہ ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا۔

حضرت یعقوبؑ کا وطن کنعان تھا ایک مرتبہ ملک کنعان میں زبردست قحط پڑا اناج کی قلت پیدا ہوگئی حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے ساتھ مصر چلے گئے یہ ایک طرح کی ہجرت تھی۔ حضرت یعقوبؑ کس طرح اور کس حال میں ہجرت کر گئے اس واقعہ کا ذکر حضرت یوسف علیہ السلام کی تاریخ میں ملتا ہے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد مصر میں آباد ہوگئی مصر کے اصلی باشندوں کو قبطی کہا گیا اس لحاظ سے مصر میں دو قومیں آباد تھیں ان میں اسرائیلی کم تعداد میں تھے، اس لئے یہ قوم قبطیوں کی غلامی کرتی تھی، قبطی اسرائیلیوں کو حقیر نظر سے دیکھتے تھے اسرائیلی قبطیوں کے لئے

ہر ادنیٰ کام کرتے، عمارتیں بناتے، بوجھ ڈھوتے، کنوئیں کھودتے پانی لاتے لیکن خود ان کا اپنا حال یہ تھا کہ انہیں پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا مصر کے باشندے بتوں کی پوجا کرتے تھے، ان میں ایک دیوتا کا نام ہورس تھا ہورس جنگ کا دیوتا کہلاتا تھا وہ جانوروں کو بھی دیوتا مانتے تھے ان میں خاص طور سے بیل کو مقدس جانتے، سورج کی پوجا کرتے مصر کا بادشاہ فرعون کہلاتا تھا اس نے خود اپنے آپ کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک دن نجومی نے فرعون سے کہا کہ اسرائیلی گھرانے میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری اور تمہارے دین کی مخالفت کرے گا، وہ تمہیں خدا نہیں مانے گا۔ فرعون گھبرا گیا اور غور کرنا شروع کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے اس نے درباریوں سے مشورہ کیا درباریوں نے سوچ کے بعد رائے دی کہ اس مصیبت سے رہائی پانے کے لئے ایک ہی راہ ہے وہ یہ کہ جس اسرائیلی گھر میں لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا جائے اس طرح خطرہ ٹل جائے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ کارندے چھوڑے جائیں وہ گھر گھر جا کر معلومات حاصل کریں گے کہ کس گھر میں حاملہ عورت ہے پھر اس پر نظر رکھی جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس کام کے لئے کارندوں کو چھوڑا گیا، یہ کارندے گھر گھر جاتے عورتوں کے پیٹ ٹٹولتے اسرائیلیوں کے اندر فرعون کے خلاف بولنے کی جرأت بھی نہ تھی، نہ وہ احتجاج کر سکتے تھے وہ دل ہی دل میں

کڑھنے لگے ان تمام پیش بندیوں کے باوجود اسرائیلی گھرانے میں عمران نامی ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا عمران کی بیوی پریشان تھی کہ کس طرح لڑکے کو بچایا جائے، فرعون کے کارندے گھر گھر جاتے ہیں عمران کی بیوی کو بھی حوف لاحق ہوگیا، آخر کار فرعون کے کارندوں کو معلوم ہوگیا وہ اچانک دروازے پر دستک دینے لگے۔ عمران کی بیوی سمجھ گئی اس نے فوراً بچہ کو جلتے ہوئے تنور کے اندر ڈال دیا اس طرح فرعون کے آدمیوں کو شک بھی نہیں ہوگا پھر گھر کا دروازہ کھول دیا کارندے گھر کے اندر گھس آئے ہر طرف دیکھا کونے کھدرے میں جھانکا بچہ کہیں بھی نظر نہیں آیا پھر وہ لوگ واپس چلے گئے عمران کی بیوی کو پختہ یقین تھا کہ بچہ جل کر بھسم ہو چکا ہوگا، اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر فوراً تنور میں دیکھا تو خوشی کے مارے اچھل پڑی، بچہ آگ میں زندہ سلامت تھا فوراً بچہ کو آگ سے نکالا بچہ پوری طرح محفوظ تھا جسم کا کوئی حصہ بھی نہیں جلا تھا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا، خطرہ ٹل گیا۔

اللہ نے عمران کی بیوی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ بچہ کو دودھ پلا کر اور کپڑے پہنا کر صندوقچہ میں بند کر کے دریائے نیل میں بہا دے۔ عمران کی بیوی نے ایک خاص قسم کا صندوقچہ تیار کروایا جس میں پانی داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں تھا بچہ کو دودھ پلایا اور کپڑے پہنا کر صدوقچہ میں لٹا دیا اور اطمینان کے ساتھ دریائے نیل کی سطح پر ڈال دیا۔ عمران کی ایک بیٹی تھی جس کا نام مریم تھا ماں نے بیٹی سے کہا کہ اس صندوقچہ کے ساتھ ساتھ دریا

کے کنارے چلو اور یہ دیکھتی رہو کہ صندوقچہ کہاں پہنچتا ہے، چنانچہ مریم نے ایسا ہی کیا۔ صندوقچہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ بہتا رہا۔ اسی دریا سے ایک اور شاخ فرعون کے محل کے احاطہ میں نکالی گئی تھی صندوقچہ محل کے احاطہ میں داخل ہو گیا عین محل کے سامنے رک گیا وہاں فرعون اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا صندوقچہ پر دونوں کی نگاہیں پڑیں مریم سب کچھ دیکھتی رہی جیسے ہی صندوقچہ فرعون کے محل کے پاس رکا مریم واپس لوٹ گئی اپنی ماں کو سارا ماجرہ سنا دیا۔

فرعون نے صندوقچہ نکالا جب کھول کر دیکھا تو ایک خوبصورت بچہ ہاتھ پاؤں، پٹخ رہا تھا دونوں حیرت میں پڑ گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے پھر فرعون نے کہا کہ بچہ اسرائیلی معلوم ہوتا ہے، اسے مار دینا چاہئے اس پر فرعون کی بیوی نے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا کوئی بچہ نہیں ہے کیا ہی اچھا ہو کہ اسے ہی پال پوس کر بڑا کیا جائے، جب یہ اپنی عمر کو پہنچے گا تو ہماری تمام عادتیں اور مزاج اپنا لے گا اسے ہم اپنا بیٹا بنائیں گے فرعون نے بیوی کی باتوں کو غور سے سنا اور مان گیا۔ دونوں نے بچہ کو اٹھالیا اور پرورش کرنے لگے لیکن بچہ دودھ نہیں پی رہا تھا۔ پرورش کے لئے بہت سی دایہ عورتوں کو بلایا گیا لیکن بچہ نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ مریم نے فرعون کی بیوی سے کہا کہ ایک دایہ میں لاؤں گی بچہ یقیناً اس کا دودھ پیئے گا مجھے اجازت دو، فرعون کی بیوی مان گئی اور کہا کہ ایسی ہی دایہ لے آؤ جو بچہ کو دودھ پلا سکے میں معقول معاوضہ

دوں گی۔ مریم فوراً ماں کے پاس گئی اور خوش خبری سنائی اور ماں کو ساتھ لیتی آئی۔

عمران کی بیوی فرعون کے محل میں پہنچ گئی بچہ کو سینے سے لگایا بچہ نے خوشی خوشی دودھ پینا شروع کیا فرعون کی بیوی بچہ کو دودھ پیتا دیکھ کر خوش ہوگئی عمران کی بیوی کو اپنے محل میں ملازمہ رکھ لیا۔ ماں اور بچہ ایک ساتھ رہنے لگے دن گزرتے گئے حضرت موسیٰ محل کے اندر پرورش پانے لگے جب ان کی عمر بیس سال ہوئی تو فرعون نے شادی کرادی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکثر محل سے نکل کر شہر میں ادھر ادھر گھوما کرتے ان کا یہ روز کا معمول تھا ایک روز وہ ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ ایک قبطی، اسرائیلی سے الجھ رہا تھا کہ نوبت مار پیٹ تک پہنچ گئی اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دیتے ہوئے مدد کے لئے پکارا جب موسیٰ علیہ السلام قریب پہنچے تو دیکھا کہ قبطی، اسرائیلی کو بے تحاشہ مار رہا ہے موسیٰ علیہ السلام نے بیچ بچاؤ کی کوشش کی لیکن قبطی نہیں مان رہا تھا اس پر موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے ایک گھونسا مارا تو وہ بلبلا اٹھا اور ایک لمحہ بعد ہی وہ مر گیا اس کے مرنے پر موسیٰ علیہ السلام پریشان ہوگئے اور اسرائیلی سے کہا کہ وہ فوراً چلا بـ ئے اس واقعہ سے موسیٰ علیہ السلام کو ندامت ہوئی، جان سے مارنے کی نیت نہیں تھی، پھر آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے گریہ زاری کے ساتھ دعا کی:

''اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا مجھ کو بخش دے، بے

شک تو بڑا بخشنے والا ہے۔" فرعون نے حکم دیا کہ قاتل کو تلاش کرو، کچھ عرصہ بعد موسیٰ علیہ السلام ایک راستے سے گزر رہے تھے دیکھا کہ وہی اسرائیلی ایک اور قبطی سے الجھ رہا تھا اس نے پچھلی مرتبہ کی طرح موسیٰ کو پکارا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسرائیلی کو ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تم ہمیشہ لوگوں سے لڑتے رہتے ہو اور مجھے بلاتے ہو اسرائیلی نے چیختے ہوئے کہا کہ موسیٰ ہم پر کیوں خفا ہوتے ہو کیا تم مجھے بھی مار ڈالو گے جیسا کہ کچھ دن قبل تم نے ایک قبطی کو مار ڈالا تھا، اسرائیلی کی زبان سے نکلی ہوئی یہ بات راہ گیروں نے سن لی، حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے کہ بات فرعون کے کانوں تک پہنچ جائے گی اور وہ مجھے سزا دے گا۔ آپؑ نے اس خیال سے مصر سے نکل جانے کا فیصلہ کیا فرعون کے قہر سے بچنے کا یہی ایک راستہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے روانہ ہوئے اور بدین کی جانب چل پڑے آپؑ راستہ طے کر رہے تھے راستہ کیا تھا ایک چٹیل میدان تھا جہاں نہ پانی تھا نہ کوئی سایہ دار درخت تھا، صرف خاردار جھاڑیاں تھیں گرمی کی شدت سے برا حال تھا۔ لیکن آپؑ راستہ طے کرتے رہے۔ کچھ دور فاصلے پر ایک کنواں نظر آیا، وہاں کچھ لوگ پانی بھرتے نظر آ رہے تھے آپؑ کنوئیں کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ چرواہے پانی نکال رہے ہیں ایک طرف دو لڑکیاں بھی کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لڑکیوں سے کھڑی ہونے کی وجہ دریافت کی۔ تو لڑکیوں نے بتایا کہ یہ چرواہے پانی لینے نہیں دیتے ہمارے

والد ضعیف العمر ہیں وہ پانی بھرنے کے قابل نہیں اس لئے ہم یہاں پانی لینے آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں سے چرواہوں کو ہٹایا، کنوئیں پر سے بھاری پتھر کو ہٹایا کنوئیں کا ڈول بھی بھاری تھا، اسی ڈول سے پانی نکال کر لڑکیوں کو دیا اور خود بھی پیا۔

لڑکیوں نے اپنے مویشیوں کو پانی پلایا اور پانی لے کر گھر کی طرف چل پڑیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ جگہ اجنبی تھی یہاں انہیں کوئی جانتا بھی نہیں تھا ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا سفر کرنے کے باعث بہت زیادہ تھکے ہوئے بھی تھے پاس ہی ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور دعا کی:

"اے رب، تونے جو اچھی چیز اتاری ہے میں اس کا محتاج ہوں"۔

لڑکیوں نے گھر پہنچ کر اجنبی مسافر اور پانی دینے کے بارے میں باپ سے سارا ماجرہ بیان کیا باپ نے ایک لڑکی سے کہا کہ جاؤ اس اجنبی مسافر کو اپنے ساتھ لے آؤ وہ ہمارا مہمان ہوگا۔ بیٹی باپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ میرے باپ نے آپ کو یاد فرمایا ہے آپ میرے ساتھ چلئے وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام آمادہ ہوئے اور ساتھ روانہ ہو گئے راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لڑکی سے کہا کہ میں آگے چلوں گا تم میرے پیچھے چلنا اور رہنمائی کرنا دونوں گھر پہنچے۔ بیٹی نے حضرت موسیٰ کا تعارف

باپ سے کروایا دونوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر چھوڑنے کا تمام واقعہ سنایا اس پر بزرگ میزبان نے شعیبؑ کے نام سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ تم، میرے مہمان ہو، اور یہاں محفوظ ہو، اب تم ظالموں سے دور ہو۔

بیٹی نے باپ سے سفارش کرتے ہوئے کہا کہ آپ اس اجنبی کو ملازم رکھ لیجئے اس لئے کہ یہ ''قوی بھی ہے اور امانت دار'' بھی ہے۔ باپ نے قوی ہونے کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ قوی ہونے کا ثبوت اس طرح ملا کہ اس نے بھاری ڈول سے پانی نکالا۔

لیکن یہ تم نے کیوں کر جانا کہ وہ امانت دار بھی ہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا۔ بیٹی نے جواب دیا کہ جب میں بلانے گئی تو اجنبی نے مجھے پیچھے چلنے کے لئے کہا، اور وہ خود آگے چلتا رہا میں اشارہ سے راستہ بتاتی رہی ہم دونوں اسی طرح راستہ طے کرتے رہے میں سمجھ گئی کہ پیچھے چلنے کا اشارہ اسی لئے تھا کہ اس کی نگاہ مجھ پر نہ پڑے۔

حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ اللہ نے میرے دل میں بات ڈال دی کہ میری بیٹی صفورہ کا نکاح تم سے کر دوں اس کا حق مہر یہ ہے کہ تم آٹھ سال تک میری بکریوں کی رکھوالی کرو اگر مدت بڑھا کر دس سال کر دو تو یہ اور بھی بہتر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرائط منظور کر لیں اور نکاح ہو گیا۔ حضرت شعیبؑ نے اپنا عصا بھی حضرت موسیٰؑ کے

حوالے کیا، وہ ایک مدت تک مدین میں رہے اور ذمہ داریاں نبھاتے رہے لیکن مصر کے یاد ستاتی رہی کبھی کبھی ان کے دل میں خیال آتا کہ مصر واپس جا کر حالات کا جائزہ لیا جائے۔

آپ نے ایک مرتبہ پختہ ارادہ کرلیا حضرت شعیبؑ کو اپنے ارادہ سے آگاہ کیا اور اجازت چاہی۔ حضرت شعیبؑ نے جانے کی اجازت دے دی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ صفورہ کے ہمراہ جانے کے لئے سامان سفر باندھ لیا اور مصر کی جانب چل پڑے راستہ طے کررہے تھے کہ کھانے کا وقت آ پہنچا کھانا پکانے کے لئے آگ کی ضرورت پڑی، چقماق پتھر کو رگڑنا شروع کیا لیکن آگ کی چنگاری بھی نہیں نکلی تو مایوس ہو گئے۔

یکبارگی آسمان پر کالے بادل چھا گئے، اچانک تیز و تند آندھی آئی اس کے بعد بارش شروع ہوگئی جس سے موسم بدل گیا بلکہ موسم سرد ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سردی محسوس ہوئی گرمی پیدا کرنے کے لئے آگ کی ضرورت پڑ گئی، آپ چاروں طرف دیکھنے لگے کہ شاید کہیں آگ نظر آجائے۔ آپؑ نے دیکھا کہ کچھ دور فاصلے پر روشنی دکھائی دینے لگی آپ اپنی بیوی صفورہ سے کہنے لگے کہ یہاں سے کچھ دور مجھے روشنی نظر آرہی ہے، میں جا رہا ہوں، ہوسکتا ہے کہ وہاں آگ جل رہی ہو، میں آگ لینے جا رہا ہوں۔

آپؑ اس روشنی کے مقام کی طرف روانہ ہوئے، کچھ دیر بعد وہاں پہنچ

گئے قریب جا کر دیکھا کہ ایک پہاڑ ہے اور نزدیک ایک درخت ہے اس کے پیچھے سے روشنی آرہی ہے آپؑ نے غور سے دیکھنا شروع کیا اس مقام سے ایک آواز ابھری، آواز میں جاہ وجلال کی کیفیت تھی:

''اے موسیٰ میں تمام جہانوں کا رب ہوں تو پاک جگہ پر ہے اس مقام کا نام ''طویٰ'' ہے تو اپنی جوتیاں اتار پھر اس بلندی پر چڑھ جا، یہ طور کا پہاڑ ہے۔'' اس پراسرار آواز سے آپؑ شش وپنج میں پڑ گئے، کچھ خوف کا احساس ہوا، حکم کے مطابق آپؑ بلندی پر چڑھ گئے پھر آواز گونجتی ہے:

''اے موسیٰ میں نے تجھے پیغمبری کے لئے چن لیا ہے، میں رب ہوں میری عبادت کر، نماز قائم کر۔'' پھر آپؑ اللہ سے کلام کرتے ہیں اسی لئے حضرت موسیٰ کو کلیم اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ جو روشنی نظر آئی وہ اللہ کا نور تھا جو کوہ طور پر ظاہر ہوا اللہ نے پھر موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا:

''اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟'' موسیٰ فرماتے ہیں۔ ''یہ میرا عصا ہے اس سے بکریوں کو ہانکتا ہوں، اس سے درختوں سے پتے جھاڑ کر بکریوں کو کھلاتا ہوں۔'' پھر اللہ کی جانب سے حکم ہوتا ہے ''اس عصا کو زمین پر ڈال دے۔'' آپؑ حکم کی تعمیل کرتے ہیں، عصا سانپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے ''آواز آتی ہے، خوف نہ کھا اسے اٹھا لے۔'' آپ سانپ کو اٹھا لیتے ہیں تو پھر وہ دوبارہ عصا بن جاتا ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ ''فرعون کے پاس جا اسے ہدایت کر۔''

حضرت موسیٰ اپنے رب سے فرماتے ہیں ''میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے فرعون مار ڈالے۔'' پھر آپ اپنے رب سے التجا کرتے ہیں کہ ''ہارون کو میرا مددگار بنا اس کی زبان اچھی ہے۔'' اللہ نے فرمایا ''اے موسیٰ تجھے اور تیرے بھائی کو قوت بخشوں گا تمہیں لوگوں پر غالب کروں گا۔'' پھر موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی ''اے اللہ میرا سینہ کشادہ کر، میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ میں لوگوں سے بات کرسکوں، ہارون میرا مددگار ہوگا۔''

اللہ نے فرمایا، تیری حاجتیں پوری ہوئیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی صفورہ کے پاس گئے تمام واقعہ سنایا اور کہا کہ جہاں ہو اسی جگہ قیام کرنا، میں اللہ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس جا رہا ہوں۔ آپ عصا لے کر مصر روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر اپنے گھر والوں سے ملے ان سے سارا ماجرہ بیان کیا، ہارون کو خوش خبری سنائی۔ دونوں مل کر فرعون کے محل میں حاضر ہوئے اچانک حضرت موسیٰ کو دیکھ کر فرعون چیخ اٹھا اور کہا ''اے موسیٰ تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا میں نے تمہیں اولاد کی طرح پالا اور بڑا کیا لیکن تم نے اس کا حق ادا نہیں کیا، مجھے معلوم ہوا کہ تم نے ایک شخص کو قتل کیا اور بھاگ گئے بڑے عرصہ تک تم نظر نہیں آئے بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میری نیت قتل کرنے کی نہیں تھی جو کچھ ہوا وہ اتفاق تھا اس کے لئے میں نے اپنے رب سے معافی طلب کی

میں تو صرف خوف سے بھاگا تھا، جب میرے رب نے مجھے پیغمبری عطا کی تو میں تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے آیا ہوں۔"

حضرت موسیٰ کی باتیں سن کر فرعون نے اپنے مصاحبوں اور درباریوں سے کہا کہ موسیٰ دیوانہ ہوگیا ہے، اور عجیب وغریب باتیں کرتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں دیوانہ نہیں ہوں میں سارے جہاں کے خالق خدا کا پیغام لے کر آیا ہوں وہی پروردگار ہے اگر تمہارے اندر ذرہ برابر بھی سمجھ ہے تو سمجھ سکتے ہو۔" فرعون نے دعویٰ کرتے ہوئے کہا کہ میرے سوا اور کون معبود ہوسکتا ہے اگر تم مجھے معبود نہیں سمجھتے تو میں تجھے قید کر دوں گا، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کیا تمہارا پروردگار میری عمر بڑھا سکتا ہے اور تمام دنیا کی بادشاہی مجھے دے سکتا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا پروردگار ہر شے پر قادر ہے۔

خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ فرعون سے نرمی سے بات کر جو دل میں اتر جانے والی ہو۔

فرعون نے پھر سوال کیا خدا نے تمہیں پیغمبر بنایا ہے اس کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ ایک خوفناک اژدہے کی شکل اختیار کر گیا۔ فرعون نے جب یہ معجزہ دیکھا تو خوف زدہ ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ نے اژدہے کو اٹھا لیا تو وہ عصا بن گیا۔ فرعون نے درباریوں سے کہا کہ موسیٰ تو جادوگر ہے یہ جادو کے زور پر تم لوگوں کو ملک سے نکال

دے گا فرعون کے مصاحبوں نے اسے مشورہ دیا کہ موسیٰ کے مقابلے کے لئے ملک بھر کے بڑے بڑے جادوگروں کو بلایا جائے ان سے مقابلہ کرنا موسیٰ کے بس کی بات نہ ہوگی چنانچہ جادوگروں کو تلاش کر کے فرعون کے دربار میں لایا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی پیغام بھیجا کہ آئے اور جادوگروں سے مقابلہ کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دربار میں پہنچے، ساتھ ہارون بھی تھے فرعون نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا کمال دکھاؤ، موسیٰ نے جادوگروں کو للکار کر کہا کہ آئیں اپنا جادو کا کمال دکھائیں جادوگر اپنے ساتھ رسیاں بھی لائے تھے جادوگروں نے اپنی اپنی رسیاں زمین پر ڈال دیں تو وہ بڑے بڑے سانپ بن کر رینگنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ اژدہا بن کر تمام سانپوں کو نگل گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر جادوگر حیرت میں پڑ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ”حق اور باطل ظاہر ہو گئے۔“ تمام جادوگر معجزہ دیکھ کر سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کے دین پر ایمان لے آئے اور کہا کہ موسیٰ حق پر ہے اور سچا ہے جادوگروں کی زبانی موسیٰ اور ہارون کی تعریف سن کر فرعون نے جادوگروں سے کہا۔

میں تم لوگوں کو سزا دوں گا اور تمہارے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دوں گا،

جادوگروں نے فرعون کو جواب دیا کہ ہمیں کوئی خوف نہیں ہے ہمیں پروردگار کی طرف جانا ہے وہی ہمارے گناہوں کو معاف کرے گا، حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے فرعون کے رویہ سے مایوس ہو کر اللہ سے دعا کی۔

''اے اللہ فرعون کو سزا دے وہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اس کے پاس مال و دولت ہے اسی لئے عیش کی زندگی بسر کر رہا ہے لیکن ایمان نہیں لاتا۔''

فرعون اللہ کا منکر تھا ایک روز اس نے اپنے وزیر ہامان کو حکم دیا کہ میں خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں اس کے لئے ایک بہت اونچا مینار تعمیر کرو میں اس پر چڑھ کر خدا کو دیکھوں گا فرعون کے کہنے پر ہامان نے ایک بلند و بالا مینار تعمیر کیا وہ اتنا اونچا تھا کہ اپنی جگہ پر برقرار نہ رہ سکا اور دھڑام سے زمین بوس ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اللہ نے سن لی فرعون ہر طرح کے عذاب میں گھر گیا۔ ملک میں ہر طرف بیماریاں پھوٹ پڑیں، قحط پڑ گیا اناج کا ایک دانہ بھی نہیں مل رہا تھا طرح طرح کی آفات سے فرعون گھبرا گیا اس کی قوم نے واویلا مچایا اور فریاد کی کہ یہ کیا ہو گیا ہم تو ہر طرح کے عذاب میں مبتلا ہو گئے۔

فرعون نے اپنی قوم سے کہا کہ موسیٰ سے کہو کہ یہ عذاب ٹال دے فرعون کے مشورہ پر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم سب عذاب میں مبتلا ہو گئے ہیں ہمارے پاس اناج نہیں ہے ہم فاقے کر رہے ہیں بیماریوں سے بھی تنگ آ چکے ہیں ہمارے اندر اب اتنی سکت نہیں کہ ہم برداشت کر سکیں ان کی حالت دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رحم آ گیا آپ نے اللہ سے دعا کی تو عذاب ٹل گیا، کچھ عرصہ تک اطمینان

سے رہے پھر دوبارہ گناہ میں مبتلا ہو گئے اور عذاب کو بھول گئے۔ اللہ نے پھر ان پر عذاب نازل کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور گناہوں کا اعتراف کیا اپنی گمراہ کن حرکتوں پر نادم ہوئے اور کہا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر اپنی قوم کی نجات کے لئے دعا کی تو عذاب ٹل گیا تو اس پر کہنے لگے کہ مصیبتیں تو آتی جاتی رہتی ہیں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، پھر اللہ کا قہر نازل ہوا ٹڈی دل آسمان پر چھا گئے کھڑی فصل تباہ ہو گئی ملک میں قحط پیدا ہو گیا جسم میں جوئیں پیدا ہوئیں، جگہ بہ جگہ مینڈک نظر آنے لگے یہاں تک کہ جینا دوبھر ہو گیا اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اس سرزمین کو چھوڑ دو اور اپنی قوم بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر نکل پڑو۔ اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ نکلنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

اسی دوران مصر میں وبا پھوٹ پڑی قبطی بڑی تعداد میں مرنے لگے ہر گھر سے نعش نکلتی تھی۔ اس دوران بنی اسرائیل مصر سے جانے لگے ان کے ملک سے نکلنے پر کسی نے توجہ نہیں دی اس لئے کہ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کی رہنمائی میں بنی اسرائیل کو روانہ کر دیا اور خود پیچھے رہ گئے بنی اسرائیل کا قافلہ دریائے قلزم کے کنارے پہنچ گیا فرعون کے کارندوں نے دیکھا کہ شہر میں کوئی اسرائیلی نظر نہیں آ رہا تو

فرعون کو اطلاع دی، فرعون اپنے لشکر کے ہمراہ اسرائیلیوں کے تعاقب میں روانہ ہوا فرعون کا بھاری لشکر دیکھ کر موسیٰ کی قوم گھبرا گئی۔ موسیٰ کی قوم نے کہا کہ ہم مصر سے نہ نکلتے تو اچھا تھا اب تو ہم گھر گئے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھیوں خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہی ہمیں راہ دکھائے گا اسی وقت آواز آتی ہے کہ اے موسیٰ اپنا عصا دریا پر مارو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا میں مارا تو دریا کا پانی دوطرف ہو گیا اور درمیان سے راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہدایت کی کہ میں اس راستہ سے دریا پار کرتا ہوں تم سب میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام روانہ ہوئے اور پیچھے پیچھے ان کی قوم تھی بنی اسرائیل نے دریا عبور کیا۔

فرعون کا لشکر بھی پہنچ چکا تھا جب فرعون نے موسیٰ اور ان کی قوم کو راستہ پار کرتے دیکھا تو خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ دریا پار کرنے کی کوشش کی اور جب فرعون اور اس کا لشکر بیچ میں پہنچا تو دونوں طرف کا پانی مل گیا فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ڈوبنے لگا تو موسیٰ کو آواز دی کہ اے موسیٰ مجھے بچالے میں ڈوب رہا ہوں، میں ایمان لاتا ہوں۔ حضرت موسیٰ نے اس کی آواز پر توجہ نہ دی اور وہ اپنے لشکر سمیت ڈوب گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر نئی سرزمین پر پہنچے نئی جگہ تھی اسرائیلی قوم کے لئے نئی نئی مشکلات اور

پریشانیاں پیدا ہوگئیں۔کھانے پینے کا کوئی سامان میسر نہیں تھا، زمین بنجر تھی پانی بھی نہیں تھا اس لئے کوئی درخت پودا پیدا نہیں ہوتا تھا اسرئیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ ہم کیسی جگہ آ گئے ہیں اور کیسی مشکل میں پھنس گئے ہیں یہاں تو زندگی دوبھر ہوگئی ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ مصر کی سرزمین نہیں چھوڑتے۔

اپنی قوم کی باتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پریشان ہو گئے، یہاں نہ پانی ہے نہ سبزہ پھر آپؑ نے پانی کے لئے زمین پر عصا مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے یہ چشمے اسرائیلیوں کے بارہ قبیلے تھے آپس میں بانٹ لئے اسرائیلیوں نے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمارے کھانے کے لئے سامان فراہم کرو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تو آسمان سے من وسلویٰ اترنے لگا۔

علماء نے وضاحت کی ہے کہ ایک قسم کے پرندے کو کہتے ہیں۔ اسرائیلی اس کا گوشت کھایا کرتے تھے کسی نے اس کی تشریح اس طرح کی کہ "جب اسرائیلی صحرائے سینا میں تھے تو کوئی سایہ بھی نہیں تھا تو اللہ نے ان کے لئے بادل کے ذریعہ سایہ پیدا کیا جب رات ہوتی یہی بادل آگ کا ستون بن کر روشنی اور گرمی پیدا کرتا۔ کھانے کے لئے ایک خاص قسم کی خوراک "من" بھی بھیجا اس کے باوجود اسرائیلیوں کو تشفی نہ ہوئی اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ تو ایک ہی قسم کا کھانا ہے، ہم اسے

کھاتے ہوئے اکتا گئے ہیں۔ اے موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لئے زمین سے کھیرا، ککڑی، پیاز، لہسن اور مسور پیدا کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خفا ہو کر فرمایا کہ یہ چیزیں تو شہر ہی میں مل سکتی ہیں، جسے ان سب چیزوں کی ضرورت ہو وہ شہر چلا جائے۔ آپ علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ یہ مصیبتیں تو جلد ہی ٹل جائیں گی ہم بہت جلد مصر لوٹ جائیں گے حضرت موسیٰ کی قوم نے کہا کہ وہاں تو فرعون کی حکمرانی ہے اور وہ ہمارے خلاف ہے، ہم وہاں کس طرح جائیں اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ فرعون غرق ہو چکا ہے، اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا اس لئے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں سے قوم کو اطمینان نہیں ہوا اور کہا کہ اگر فرعون مر چکا ہے تو ہم اس کی نعش دیکھنا چاہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تو پانی نے فرعون کی نعش کو اوپر اچھال دیا نعش کنارے پر آ لگی جب سب نے دیکھا تو یقین آیا۔

کچھ ہی عرصہ گزرا کہ اللہ نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اپنی قوم کے ساتھ مصر واپس لوٹ جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق اپنی قوم کو لے کر مصر چلے گئے۔ وہاں فرعون کے محلات اور اس کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا اس کے بعد آپؑ اس مقام پر بھی گئے جہاں آپؑ نے اپنی بیوی صفورہ کو قیام کرنے کے لئے کہا تھا۔ ملاقات کے بعد آپؑ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور دین کی تبلیغ شروع کر دی آپؑ نے ان کو پیغام دیا کہ اللہ نے

مجھے نبوت عطا کی میں شریعت کی باتیں بتاؤں گا۔ اس پر عمل کرو گے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ ہم کس طرح یقین کریں کہ اللہ نے آپؑ کو نبی بنایا پھر آپ نے اپنی قوم میں سے چند صالح بندوں سے کہا کہ تم اپنی نظروں سے سب کچھ دیکھو گے، اس کے لئے تم لوگوں کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا اور تم جو کچھ دیکھو گے یہاں آ کر گواہی دینا صالح بندوں نے مان لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جانے پر راضی ہو گئے۔

آپؑ نے ستر نیک بندوں کو اپنے ساتھ لیا اور ہارون کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دیا یہ ستر آدمی عالم تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں لے کر کوہ طور پر پہنچے تو اللہ نے وحی نازل کی کہ "اے موسیٰ تم نے تیس روزے رکھے دس روزے اور بھی رکھو تو چالیس روزے پورے ہو جائیں گے تو میں توریت نازل کروں گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات ستر نیک بندوں کو بتائی۔ ان سب نے آپؑ سے کہا کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، ہم یقین نہیں کریں گے تم خدا کو دکھا دو تو ہم یقین کر لیں گے۔ آپؑ نے ان سب لوگوں کو بتایا کہ خدا کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا میں کس طرح دکھاؤں، اللہ کی طرف سے میرے دل پر باتیں اترتی ہیں۔ لیکن وہ لوگ نہیں مانے اپنی ضد پر قائم رہے پھر اللہ کا غضب جوش میں آیا، ان پر بجلی گری جس سے وہ سب

ہلاک ہو گئے ان کے مرنے پر آپؑ زیادہ پریشان ہو گئے اپنے دل ہی دل میں کہنے لگے کہ میں اپنی قوم کو کس طرح منہ دکھاؤں گا پھر آپؑ نے اللہ سے دعا کی تو وہ سب کے سب دوبارہ جی اٹھے، آپؑ ان سب کو لے کر مصر روانہ ہوئے اور دس روزے رکھے اس طرح چالیس روزے پورے کیے۔

پھر آپؑ نے دوبارہ ان ستر نیک آدمیوں کو اپنے ساتھ لیا اور کوہ طور پر پہنچے وہاں آپؑ پر وحی نازل ہوئی اللہ نے فرمایا اتنی جلدی کیوں کی؟ آپؑ نے جواب دیا تاکہ تو مجھ سے راضی ہو پھر آپؑ نے فرمایا "میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں، اللہ نے فرمایا اے موسیٰ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا تو پہاڑ کی طرف نظر رکھ۔ حضرت موسیٰ نے پہاڑ کی طرف نگاہ اٹھائی تو اللہ نے اپنی تجلی دکھائی تو آپؑ تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو دیکھا پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آپؑ نے اللہ سے معافی مانگی۔

اس وقت اللہ نے آپؑ پر توریت نازل کی، بتایا جاتا ہے کہ آپؑ کو پہلے دس احکام ملے جن میں دس اخلاقی باتیں تھیں ان دس احکام کو احکام عشرہ کہتے ہیں یہ احکام پتھر کی سلوں پر کندہ تھے اسے صحیفہ کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی کہ ان کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو بھی حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں۔" (سورہ الاعراف)

توریت باب خروج میں اس کا اس طرح ذکر ہے۔

۱۔میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔

۲۔تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔

۳۔تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا کیوں کہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا۔

۴۔یاد کر کے تو سبت کا دن پاک ماننا۔

۵۔تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا تا کہ تیری عمر اس ملک میں جو خداوند، تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز کرے۔

۶۔تو خون نہ کرنا۔

۷۔برے اور شرمناک کام نہ کرنا۔

۸۔تو چوری نہ کرنا۔

۹۔تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا

۱۰۔تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا، تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اس کے غلام اور لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے کا اور اپنے پڑوسی کی کسی اور چیز کا لالچ کرنا۔(خروج)

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ان ستر آدمیوں کو ساتھ لے کر اپنی قوم کی طرف لوٹے تو دیکھا کہ لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور بچھڑے کی پوجا کر رہے ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام سے پوچھ

کچھ کی تو ہارون علیہ السلام نے سارا ماجرا بیان کرتے ہوئے کہا سامری نے سب کو گمراہ کرنا شروع کیا اس نے لوگوں کو بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو لوگ گئے ہیں وہ سب کے سب مر چکے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی جگہ پر میں کام کروں گا تم لوگ خدا کو دیکھنا چاہو گے تو میں تم لوگوں کو دکھا دوں گا۔ اس نے لوگوں سے سونا اور چاندی مانگ کر جمع کیا اس سے ایک بچھڑا تیار کیا اس میں جادو کے ذریعہ ایسی صفت رکھ دی جیسے وہ بول رہا ہو۔ بچھڑے کو ایک کھلی جگہ پر رکھ دیا اس کے ارد گرد لوگ جمع ہو گئے سامری نے لوگوں سے کہا کہ میں بچھڑے سے جو کچھ پوچھوں گا یہ جواب دے گا سامری نے بچھڑے سے پوچھا، تو کون ہے؟ بچھڑے نے جواب دیا ''میں تمہارا رب ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زندہ نہیں ہیں تم مجھے رب مانو اور سامری کی باتوں پر عمل کرو۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون کی زبانی تمام باتیں سنیں تو قوم سے کہا کہ:

''اس رب کا حکم مانو جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا، اللہ نے مجھ پر کتاب توریت نازل کی ہے، یہی شریعت ہے اس پر عمل کرو، پھر آپؑ نے سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کو توڑ ڈالا اور کہا کہ یہ بت پرستی ہے، بتوں کی پوجا نہ کرو، نیک عمل کرو، برائی سے بچو، قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو نہیں مانا تو اللہ نے ان لوگوں پر عجیب و غریب عذاب نازل کیا وہ عذاب کس طرح تھا جیسے کہ ان کے سروں پر پہاڑ لٹک رہا ہو اور ابھی گرنے

ہی والا ہو۔

لوگ سروں پر لٹکتے ہوئے پہاڑ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور سجدے میں گر پڑے تو ان پر سے عذاب ٹل گیا۔

ایک مرتبہ اللہ نے موسیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ میں ملک شام کی سرزمین کا وارث بناؤں گا۔ جہاں تم سب اطمینان سے زندگی بسر کرسکو گے لیکن شرط یہ ہے کہ اس سرزمین کو حاصل کرنے کے لئے جہاد کرنا پڑے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ خوش خبری اپنی قوم کو سنائی اس سے خوش آئند بات کیا ہو سکتی ہے۔ اسرائیلی اس بات سے خوش تو تھے وہ چاہتے تھے کہ ہمیں یہ سرزمین آسانی سے مل جائے، جہاد کرنا نہ پڑے جہاد کرنے کے لئے دل سے تیار نہ تھے۔ موسیٰ کے سمجھانے پر بعد میں آمادہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ پہلے تو اپنی قوم کو لے کر کنعان پہنچے وہاں جا کر کچھ اطمینان کا سانس لیا وہاں جہاد کے لئے اپنی قوم کو تربیت دینے لگے نظم وضبط پیدا کرنے کے لئے کچھ طریقے وضع کئے بنی اسرائیل بارہ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے، ہر قبیلے کے لئے ایک سردار مقرر کر دیا تاکہ ہر قبیلہ اپنے اپنے سردار کے ماتحت رہے اور سردار کے حکم پر چلے، ان تمام انتظامی امور کی تکمیل کے بعد جہاد میں جانے کی تیاری شروع کی، اور شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

اسرئیلی جہاد میں جانے کے لئے آمادہ نہ ہوئے لڑنے کے نام سے خوف زدہ تھے اور کہا کہ شام کے باشندے طاقتور ہیں اور جسمانی لحاظ سے

بھی وہ ہم سے موٹے تازے ہیں۔ ان زورآوروں سے ہم نہیں لڑ سکتے۔ ہمارے اندر کوئی حوصلہ نہیں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ان کے ڈیل ڈول سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے گا حضرت موسیٰ کے سمجھانے پر بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا وہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور کہا کہ اے موسیٰ تم لڑو اور تمہارا رب لڑے ہم نہیں لڑیں گے۔ موسیٰ اپنی قوم کے اس بزدلانہ رویہ سے بالکل مایوس ہوگئے پھر آپؑ نے مایوسی کے عالم میں دعا کی "اے اللہ مجھے اور میرے بھائی ہارون کو ان سے علیحدہ کردے۔"

اللہ نے موسیٰ کی دعا سن لی اور فرمایا کہ یہ لوگ چالیس برس تک اسی بیاباں میں بھٹکتے ہی رہیں گے انہیں یہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد ان کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں تھا ہر طرح کی مصیبت نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ مصائب سے وہ بالکل گھبرا گئے اب ان کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا کہ مصر واپس چلے جائیں لیکن راستہ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، وہ مصر جانے کے لئے کچھ فاصلہ طے کرتے دوران سفر اسی جگہ گھوم کر چلے آتے جہاں سے سفر شروع کرتے ان کے سامنے یہ عجیب و غریب معاملہ تھا، بھوک، پیاس نے اور بھی نڈھال کردیا تھا نہ کھانا تھا نہ پانی

جب موسیٰ اور ہارون علیہم السلام ملک شام سے لوٹے تو ان کو تباہ حال پایا قوم نے ان سے فریاد کی کہ یہ کیسی مصیبت ہے کہ ہمیں گھیر کر رکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے یہ تو تمہارے ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے تم بزدل ہو چکے ہو، تم نے جہاد میں جانے سے انکار کر دیا تھا یہی وجہ ہے کہ تم سب اللہ کے غضب میں آ گئے۔ تم یہاں چالیس سال سے بھٹک رہے ہو، موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے فریاد کی تو ان کی مصیبت ٹل گئی انہیں راستہ ملا پھر مختلف قبیلے مختلف مقامات کی طرف چل پڑے۔ کچھ کچھ قبیلے بیت المقدس میں آباد ہو گئے۔

مصر میں ایک شخص تھا، نام قارون تھا۔ لیکن تھا بہت بخیل اور کنجوس، اس کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں تھی۔ روایت ہے کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اتنی تھیں کہ اگر ان کنجیوں کو کہیں لے جایا جائے تو اونٹوں کے ایک قافلے کی ضرورت تھی چابیاں بھی اتنی تھیں کہ ان کے بوجھ سے اونٹ بیٹھ جاتے تھے، لیکن وہ اپنا خزانہ غریبوں اور محتاجوں پر خرچ نہیں کرتا تھا نہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا نہ کسی کو تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے پہناتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کو ہدایت کرتے کہ اللہ نے تمہیں بہت دولت دی ہے آخر یہ دولت کس کام کی یہ دولت تو دنیا میں رہ جانے والی ہے اللہ کے نام پر غریبوں اور محتاجوں کو دو۔

قارون جواب دیتا کہ یہ دولت تو میں نے اپنی عقل سے پیدا کی ہے یہ میری مرضی ہے کہ میں کسی کو نہ دوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے کہ اپنے

مال میں سے زکوٰۃ ہی نکال اس میں غریبوں کا بھلا ہوگا تمہیں دعائیں دیں گے۔ خدا تم سے راضی ہوگا، قارون کہتا کہ اگر میں اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالوں تو خدا مجھے اس کے بدلے میں کیا دے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیری آخرت سنور جائے گی وہ موسیٰ پر الزام لگایا کرتا تھا کہ موسیٰ میری دولت چھیننا چاہتا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پاکبازی پر بھی دھبہ لگاتا اور بہتان باندھتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کے رویہ اور ضد سے بہت پریشان تھے انہیں یقین ہو چکا تھا کہ قارون کبھی بھی راہ راست پر نہیں آئے گا بلکہ الٹا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنا شروع کیا اور تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اے ایمان والوان لوگوں کے مانند نہ ہوجانا جن لوگوں نے موسیٰ کو تکلیفیں، دیں اللہ کے نزدیک موسیٰ نہایت نیک اور پاکباز ہیں۔'' حضرت موسیٰ علیہ السلام بالکل مایوس ہو چکے تھے، انہوں نے اللہ سے فریاد کی تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اپنا عصا زمین پر مارو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر عصا مارا تو زمین پھٹ گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین سے کہا ''اے زمین تو قارون کو اپنے اندر سمو لے اللہ نے موسیٰ کی دعا سن لی زمین نے اپنا سینہ کھول دیا زمین آہستہ آہستہ پھٹنے لگی قارون ایک ہی بات دہراتا رہا کہ موسیٰ میری دولت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے پھر موسیٰ نے فرمایا ''اے زمین اس کی دولت کو بھی اپنے اندر سمو لے۔'' قارون اپنی دولت

سمیت ڈھیروں مٹی تلے چلا گیا نہ وہ رہا نہ اس کی دولت اس کے شاندار محل کے آثار بھی مٹ گئے۔

توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بشارت موجود ہے توریت میں لکھا ہوا ہے:

"خداوند تیرا خدا، تیرے درمیان تیرے ہی بھائیوں میں میرے مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھرو۔" (استشنا)

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ سب ان سے کہے گا"۔ (استشنا)

"یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مرد خدا نے اپنے وصال سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا اور اس کے داہنے ہاتھ میں آتشین شریعت ہوگی۔ (استشنا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم سے بہت محبت تھی اسی لئے وہ علم کی تلاش میں رہتے تھے اور وہ بھی خیال کرتے تھے کہ انہیں بہت زیادہ علم حاصل ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تم سے زیادہ علم میرے ایک بندے کے پاس ہے اگر تو جاننا چاہتا ہے تو اس بندے سے ملاقات کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا ایسا بندہ کون ہے اور کہاں ہے

میں اس سے ملنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے مقام کی طرف اشارہ کیا جہاں دو دریا آپس میں ملتے ہیں۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تلاش کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے، روایات کے مطابق ان کا نام ''خضر علیہ السلام ہے''۔ خضر علیہ السلام بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھایا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی، علیک سلیک کے بعد آپس میں باتیں ہوئیں۔ حضرت موسیٰ نے ان سے اپنا مدعا بیان کیا اور کہا کہ جو علم آپ کے پاس ہے میں سیکھنا چاہتا ہوں اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں جو کچھ کروں آپ مجھ سے نہیں پوچھیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شرط کو مان گئے اور عہد کیا کہ آپؑ جو کچھ کریں گے میں نہیں پوچھوں گا، اور نہ مداخلت کروں گا۔ حضرت خضرؑ نے پھر فرمایا کہ میں جو کچھ کروں گا آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، میں صبر کروں گا۔

چنانچہ دونوں روانہ ہوئے اور راستہ طے کرتے رہے دیکھا کہ ساحل سمندر پر کچھ کشتیاں کنارے پر لگی ہوئی ہیں حضرت خضر علیہ السلام نے ان کشتیوں کو توڑ ڈالا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ حرکت برداشت نہ کر سکے آخر پوچھ ہی لیا آپ نے ان غریبوں کی کشتیاں کیوں توڑیں یہ تو سراسر نقصان پہنچانے والا کام ہے، حضرت خضر علیہ السلام نے یاد دلایا کہ کیا میں نے پہلے

ہی آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپؑ صبر نہیں کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، پھر دونوں آگے چلے تو حضرت خضر علیہ السلام نے راستہ میں ایک لڑکے کو جان سے مار ڈالا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بھی زیادہ پریشان ہوگئے۔ اور اعتراض کیا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپؑ صبر سے کام نہیں لیں گے۔ پھر دونوں چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے یہ جگہ بہت سنسان تھی کچھ لوگ نظر آئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے کھانا طلب کیا تو ان لوگوں نے انکار کیا وہاں پر ایک جگہ دیکھا کہ ایک دیوار ہے بوسیدہ اور کمزور ہے کسی بھی وقت گر سکتی ہے آپ نے اس دیوار کی مرمت کی اور اسے مستحکم کردیا، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے یہ دیوار مرمت کی ہم بھوکے پیاسے ہیں اس کام کے لئے آپ مزدوری طلب کر سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا جو کام خدا کے حکم سے کیا جائے اس کی مزدوری نہیں لی جاتی پھر آپؑ نے موسیٰ سے فرمایا۔

''اے موسیٰ آپ اپنے وعدے پر قائم نہیں رہے اور بار بار پوچھتے رہے اب ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں جانے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ وہ سب کچھ بتادوں جو میں نے کیا ہے۔

اے موسیٰ میں نے کشتیوں کو اس لئے توڑا کہ وہ کشتیاں غریب ملاحوں کی تھیں جن سے وہ روزی کماتے تھے۔ یہاں کا بادشاہ ان کشتیوں کو ان سے

چھیننا چاہتا ہے جب ملاحوں کے پاس کشتیاں نہیں رہیں گی تو وہ روزی نہیں کما سکیں گے اس لئے میں نے کشتیاں توڑ دیں بادشاہ ٹوٹی ہوئی کشتیوں کو نہیں لے گا یہ کشتیاں تھوڑی بہت مرمت کے بعد ٹھیک ہو جائیں گی۔

میں نے لڑکے کو اس لئے مار ڈالا کہ اس کے ماں باپ نہایت نیک اور عبادت گزار ہیں اگر یہ لڑکا اپنی بڑی عمر کو پہنچتا تو زمین پر فتنہ وفساد پھیلاتا اور مخلوق خدا کو اذیتیں پہنچاتا اور ماں باپ کو بدنام کرتا اس لئے میں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

آگے چل کر میں نے دیوار مرمت کی اس میں یتیم بچوں کا مال گڑھا ہوا ہے یہ مال بچوں کے باپ نے ان کے لئے رکھ چھوڑا ہے جب بچے بڑے ہوں گے تو گڑھا ہوا مال نکال لیں گے دیوار مرمت نہ کرنے کی صورت میں گر جانے کا اندیشہ ہے اگر دیوار گر جاتی تو یہاں کے اوباش لوگ دیکھ لیتے اور مال ہتھیا لیتے۔'' حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں نے اپنی اپنی راہ لی حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے اور نیک کاموں کی طرف بلایا۔

حضرت داوٗد علیہ السلام

حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یاد کرو داوٗد کو جو نہایت ہی قوت اور طاقت والے تھے ان کی حکومت بھی مستحکم تھی اللہ تعالیٰ نے داوٗد کو زمین پر خلیفہ بنایا تھا اور حکم دیا تھا کہ اگر لوگ آپ کے پاس کوئی معاملہ لے کر آئیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں ان کی سلطنت میں مظلوموں کو انصاف ملتا تھا۔ ظالموں کو سزا دی جاتی تھی۔

حضرت داوٗد علیہ السلام رات اور دن عبادت میں مصروف رہتے تھے، اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہے۔ آپؑ کی حکومت میں کوئی ننگا بھوکا نظر نہیں آتا تھا، غریبوں اور محتاجوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جب آپ زبور کی تلاوت کرتے تو ان کی آواز میں دلکشی معلوم ہوتی۔

روایت کے مطابق اس تلاوت کی آواز سن کر پرندے جمع ہو جاتے تھے یہ ان کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ کبھی کبھی آپ حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت اسحاقؑ کے بارے میں سوچا کرتے تھے کہ اللہ نے ان کو کتنا بلند مرتبہ سے نوازا ہے آواز آئی کہ ''اے داوٗد ان کو یہ بزرگی اس لئے دی گئی کہ وہ ہر مصیبت میں صبر کرتے تھے۔'' تو حضرت داوٗد نے کہا کہ ''میں بھی مصیبت میں صبر کروں گا تا کہ اللہ کا محبوب بندہ کہلاؤں۔''

اللہ تعالٰی نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا کیا تھا کہ جب لوہے کو پکڑتے وہ نرم ہو جاتا اس سے آپ زرہ تیار کرتے اور اسے بنا کر فروخت کرتے شاہی خزانے سے پیسے لینے کی بجائے آپ اپنی محنت سے روزی کماتے تھے حضرت داوٗد علیہ السلام کی بنائی ہوئی زرہیں لوگ شوق سے خریدتے تھے اور دشمن پر فتح حاصل کرتے۔ آپ علیہ السلام چرند اور پرند کی بولی سمجھتے تھے۔

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشعؑ مبعوث ہوئے، انہوں نے کئی جنگیں لڑیں اور ہر جنگ میں دشمن پر فتح حاصل کرتے تھے اس لئے جنگجوؤں کو فخر تھا وہ اکڑ اکڑ چلتے تھے اسرائیلیوں کو اللہ کا حکم تھا کہ جب کسی شہر میں جنگ کے بعد داخل ہوں تو غرور نہ کریں متکبر انسانوں کی طرح نہ بن جائیں لیکن اسرائیلی اللہ کا حکم نہیں مانتے تھے، اور بہت ہی مغرور ہو چکے تھے اس نافرمانی پر اللہ نے ان پر عذاب نازل کیا۔

اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے نبی مبعوث ہوئے جن میں حضرت الیاسؑ اور حضرت الیسعؑ یہ دو مشہور و معروف پیغمبر گزرے ہیں اسرائیلیوں کو راہ ہدایت دکھاتے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے چار سو سال تک ان میں کوئی بادشاہ نہیں تھا، نہ کوئی سردار تھا، اسی لئے طاقتور گروہ ان پر غالب آجاتا تھا جس کے نتیجے میں وہ بدحال اور کمزور ہو چکے تھے مقابلے میں پسپا ہو جاتے تھے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام

اس زمانہ میں حضرت شموئیل علیہ السلام کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیتے اور نیک کام کرنے کی تلقین کرتے آپ تورات کے حافظ تھے بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ آپؑ پر ایمان لے آئے اور آپؑ کی تعلیمات پر عمل کرنے لگے۔

لوگوں نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے التجا کی کہ ہم طاقتوروں سے مغلوب ہو جاتے ہیں وہ ہمارا خون بہاتے، ہمیں بے گھر کر دیتے، ہماری اولاد کو غلام بنا لیتے، ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر عمالقہ ہم سے ''تابوت سکینہ'' چھین کر لے گئے ہم کچھ نہ کر سکے، ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جائے کہ ہم ان سے ''تابوت سکینہ'' واپس لے آئیں کافروں نے تابوت سکینہ کو لے جا کر بہت نقصان پہنچانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔

تابوت سکینہ کی تعریف یہ ہے کہ اس تابوت میں تورات کے علاوہ حضرت موسیٰؑ حضرت ہارونؑ کے تبرکات تھے، اسی لئے اسے مقدس اثاثہ سمجھا جاتا تھا۔ بنی اسرائیل نے شموئیل سے کہا کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کریں تاکہ ہم اپنی سلطنت قائم کر سکیں اور بادشاہ کی رہنمائی میں جہاد کر کے دشمنوں کو زیر کر سکیں۔ حضرت شموئیل نے ان سے کہا کہ مجھے اس بات کا شبہ

ہے کہ تم لوگوں کو اگر جہاد کا حکم دیا جائے تو جہاد کے لئے تیار نہ ہو گے تم بزدل اور ڈرپوک ہو چکے ہو۔ اسرائیلیوں نے کہا کہ ہم ضرور لڑیں گے دشمنوں نے ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا ہے ہمارے بیٹوں کو ہم سے جدا کر دیا ہے، ہمارا دشمن جالوت ہے۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ طالوت کو تم پر بادشاہ مقرر کرے گا اسرائیلیوں نے کہا کہ طالوت تو غریب ہے اور معمولی آدمی ہے ہمارے پاس دولت بھی ہے اور عزت بھی ہے طالوت کو ہم پر کس طرح بادشاہ مقرر کیا جائے گا۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے کہا کہ طالوت کے پاس علم ہے اور قوت ہے اللہ تعالیٰ علم والے اور قوت والے کو پسند کرتا ہے لوگوں نے کہا کہ اس کی بادشاہی کی کیا نشانی ہے حضرت شموئیل نے جواب دیا کہ طالوت قوت والا ہے وہ تنہا جا کر عمالقہ سے تابوت سکینہ تم کو لا کر دے گا۔

اس کے بعد شموئیلؑ نے طالوت سے جا کر کہا کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر تمہیں بادشاہ مقرر کیا ہے تم جالوت سے جنگ کرو اور عمالقہ سے تابوت لے کر آؤ۔ حضرت طالوت جنگ کے لئے تیار ہو گئے جنگ میں شامل کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کیا۔ اور کہا کہ جالوت ظالم ہے ہم اس سے جہاد کریں گے اور تابوت سکینہ بھی واپس لائیں گے کیا تم سب جہاد کے لئے جانے کے لئے تیار ہو۔ قوم اسرائیل نے کہا کہ ہم کیوں نہ جہاد کریں گے جہاد میں شامل ہونے کے لئے بہت بڑی تعداد میں لوگ طالوت کے پاس گئے اور جہاد میں شرکت کرنے کی

خواہش ظاہر کی طالوت جانتے تھے کہ قوم بنی اسرائیل بزدل ہے طالوت نے ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے حوصلے پست ہیں تم میدان جنگ میں ٹھہر نہ سکو گے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں آزمائش میں ڈالوں جہاد میں جانے کے لئے تمہیں کڑے امتحان سے گزرنا ہوگا جو لوگ اس آزمائش میں پورے اتریں گے وہی دشمن کا مقابلہ کر سکیں گے۔

طالوت نے جہاد میں جانے والوں سے کہا کہ جب دشمن کا مقابلہ کرنے چلو گے تو تم دیکھو گے کہ راستے میں ایک نہر بہہ رہی ہے پانی دیکھ کر تم لوگوں کو پیاس محسوس ہوگی جو لوگ اس نہر کا پانی پئیں گے وہ ہمارا ساتھ نہیں دے سکیں گے، ہاں اگر حلق تر کرنے کے لئے چلو بھر کر پیو گے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے چنانچہ طالوت کی اس شرط کو سن کر بہت سے لوگ حوصلہ ہار گئے اور واپس لوٹ گئے جن لوگوں کا ایمان پختہ تھا وہ طالوت کے ساتھ روانہ ہوئے راستہ میں ایک نہر ملی کچھ لوگ پیاس برداشت نہ کر سکے وہ پیٹ بھر کر پانی پی گئے ایسے لوگوں کو طالوت نے علیحدہ کر دیا جن لوگوں نے پیاس برداشت کی وہ طالوت کی فوج میں رہے دشمن سے مقابلہ کے لئے راستہ طے کرتے رہے، وہ اللہ پر پختہ یقین رکھتے تھے اور ایمان والے تھے۔

جالوت کو اطلاع مل چکی تھی کہ طالوت فوج لے کر مقابلہ کے لئے آرہے ہیں اس لئے وہ بھی اپنی جگہ سے فوج لے کر لڑنے کے لئے چل پڑا۔ اور میدان جنگ میں پہنچ گیا جب جالوت اور طالوت کا آمنا سامنا ہوا تو

دیکھا گیا کہ جالوت کی فوج کثیر تعداد میں ہے طالوت کی فوج میں سے کچھ اسرائیلی خوف زدہ ہو کر طالوت سے کہنے لگے کہ جالوت بھاری فوج لے کر آیا ہے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم تو ان کے مقابلے میں بہت کمزور ہیں طالوت نے سن کر ان کو بھی رخصت کر دیا۔ جو لوگ ایمان لا چکے تھے انہوں نے طالوت کا ساتھ نہ چھوڑا ان کا عقیدہ تھا کہ فتح اور شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جم گئے طالوت نے اللہ سے دعا کی کہ "اے اللہ ہمارے قدم جمائے رکھ اور ہمیں صبر عطا کر اور کافروں پر فتح دے"۔

جالوت نے پوری تیاری کے ساتھ آکر مخاطب ہو کر بنی اسرائیل کے کسی ایک آدمی کو مقابلہ کے لئے بلایا طالوتؑ کی فوج میں حضرت داؤدؑ بھی تھے، جو ابھی چھوٹی عمر کے بچہ تھے کمسنی کے باعث لڑنے کی غرض سے نہیں آئے تھے جب جالوت نے آواز دے کر للکارا تو حضرت داؤدؑ توقع کے خلاف بہادری کے ساتھ آگے بڑھے اور جالوت کا کام تمام کر دیا جونہی جالوت ہلاک ہوا، جالوت کی فوج کے قدم میدان سے اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے میدان طالوت کے ہاتھ آیا۔ حضرت داؤدؑ کی جرأت اور بہادری دیکھ کر اسرائیلیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ داؤد ہر دلعزیز بن گئے۔ داؤد جب پختہ عمر کو پہنچے تو اللہ نے انہیں نبی بنایا اور داؤد پر زبور نازل کی آپؑ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کی آپؑ بادشاہ بھی تھے اللہ نے آپؑ کو خلیفہ کے لقب سے نوازا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور بادشاہ بھی۔ آپؑ حضرت داوٗدؑ کے بیٹے تھے۔ باپ کی وفات کے بعد تخت کے وارث ہوئے آپؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی، جس میں اللہ نے ایک خاص خوبی رکھی تھی اس معجزاتی انگوٹھی کی بدولت آپؑ کو بادشاہی ملی ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جس انگوٹھی کی بدولت آپؑ جن وانس وحیوانات پر حکومت کرتے تھے وہ گم ہوگئی تھی، اس کا گم ہونا تھا کہ آپ تخت سے محروم ہوگئے جس کی وجہ سے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی۔

یہ انگوٹھی شیطان کے ہاتھ لگ گئی کچھ عرصہ بعد شیطان کے ہاتھ سے دریا میں گرگئی، انگوٹھی مچھلی کا نوالہ بن گئی، ایک مرتبہ مچھیروں نے مچھلی پکڑنے کے لئے دریا میں جال ڈالا تو یہ مچھلی بھی جال میں آگئی، مچھیرے بازار لے گئے اور بیچ دیا حضرت سلیمانؑ کے خادموں نے مچھلی خریدی اتفاق کی بات ہے یہی مچھلی خادموں کے ہاتھ لگ گئی مچھلی محل میں لائی گئی مچھلی کو صاف کرنے کے لئے جب پیٹ چاک کیا گیا تو اس میں گم شدہ انگوٹھی مل گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسمت جاگ گئی انگوٹھی کی بدولت آپؑ دوبارہ سلطنت کے وارث بن گئے۔

بتایا جاتا ہے کہ انگوٹھی پر اسم اعظم کندہ تھا۔ جنات بھی آپؑ کے تابع تھے آپؑ اپنے بیشتر کام جنوں سے بھی لیا کرتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام میں ایسی ایسی حیرت انگیز خوبیاں تھیں جو کسی بادشاہ میں نہیں تھیں اور نہ قیامت تک کسی کو نصیب ہوگی۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہا السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ میرے بعد آنے والوں کو ایسی حکومت نصیب نہ ہو۔ آپؑ کی دعا قبول ہوئی آپؑ انسانوں، جنوں، حیوانوں اور ہوا پر حکومت کرنے لگے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کی خواہش کے مطابق فلسطین میں ایک عبادت خانہ تعمیر کیا۔ اگرچہ تعمیر کرنے کا ارادہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں کیا تھا، لیکن زندگی میں ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ تاہم انہوں نے اپنی خواہش کے مطابق عبادت خانہ کی جگہ منتخب کردی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دورِ حکومت میں عبادت خانہ تعمیر کرایا۔ اس لئے اس عبادت خانہ کا نام "ہیکل سلیمانی" پڑا۔

ہیکل سلیمانی کی تعمیر ۱۰۱۲ قبل مسیح میں ہوئی۔ تعمیر کا کام سات سال تک جاری رہا۔ روایت کے مطابق بہت بھاری تعداد میں لوگوں نے تعمیر کے کام میں حصہ لیا۔ بعض روایات کے مطابق دو لاکھ مزدوروں نے کام کیا۔ اسرائیلی

روایت میں حیرت انگیز بات یہ پائی جاتی ہے کہ تعمیر کے دوران جنوں نے بھی حصہ لیا۔ وہ دور دراز مقامات سے پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور دیواریں چنتے تھے۔

تاریخ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس عبادت خانہ کی لمبائی نوے فٹ، چوڑائی تیس فٹ اور اونچائی پینتالیس فٹ تھی۔ اس کے اندر ایک مخصوص جگہ بنائی گئی تھی جہاں ''تابوت سکینہ'' رکھا گیا۔ یہ ایک صندق کی شکل میں تھا یا یہ ایک صندق تھا۔ یہ بہت متبرک مانا جاتا تھا، اس میں یہودیوں کے تبرکات رکھے گئے تھے۔

قرآن کریم میں اس کے کچھ ارشادات ملتے ہیں، وہ یہ کہ جب اسرائیلوں کے ہاتھوں سے یہ متبرک صندوق نکل گیا تو فرشتے اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اس میں آل موسیٰ اور آل ہارون علیہ السلام کی نشانیاں تھیں۔ اس لئے ان کے نزدیک یہ صندوق بہت متبرک مانا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ عصائے موسیٰ بھی اسی صندوق میں تھا۔ یہ عصا حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔

ان میں پتھر کی وہ تختیاں بھی تھیں جو طور سینا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی تھیں۔ اس میں نوادرات کے نسخے بھی تھے۔ جب طالوت اسرائیلیوں کا بادشاہ بنا تھا تو یہ صندق دوبارہ بنی اسرائیل کے ہاتھ آیا۔ تابوت سکینہ حاصل کرنے کے لئے طالوت کو جنگ لڑنا پڑی۔ یہ جنگ

کافروں سے لڑی گئی۔ اس جنگ میں طالوت نے اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ ''اے رب مجھے صبر کرنے کی صلاحیت عطا کر، مجھے ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح دے۔''

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ فلسطین پر ہر زمانے میں حملے ہوتے رہے۔ کبھی بابل نے تباہی مچاہی، کبھی رومیوں نے حملہ کیا، عراق کا قدیم نام بابل تھا۔ جس نے بھی حملہ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کا تعمیر کیا ہوا عبادت خانہ ہیکل سلیمانی کو بھی نشانہ بناتا رہا۔

ایک مرتبہ بابل کا بادشاہ بخت نصر نے فلسطین پر حملہ کیا اور ہیکل سلیمانی کو تاخت و تاراج کیا اور اسرائیلوں کا قتل عام کیا۔ بخت نصر فلسطین سے دس لاکھ یہودیوں کو کھدیڑ کر عراق لے گیا اور وہاں غلام بنایا۔ بخت نصر کے عہد کے بعد پھر یہ قوم فلسطین میں آ کر آباد ہو گئی۔ رومی بھی اکثر فلسطین پر حملہ کرتے رہے۔

ہیکل سلیمانی کے جو بھی نشانات تھے، حملوں کی زد میں آ کر مٹتے رہے، آخر میں روم کے ایک بادشاہ ٹےٹس نے ہیکل سلیمانی کو آگ لگا کر بالکل تباہ کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کے وجود کی دھندلی نشانی بھی نیست و نابود ہو کر رہ گئی۔ یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ ہیکل سلیمانی کی زمین پر مسجد اقصیٰ تعمیر کی گئی۔ اس لئے یہ یہودیوں کی ملکیت ہے۔ آج بھی یہ تنازعہ ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بیت المقدس کی سرزمین پر آج تک جنگ جاری ہے۔ اسرائیلی

مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ پر یقین کامل رکھتے تھے اور ہر معاملہ میں اللہ پر بھروسہ کرتے تھے۔آپؑ ہمیشہ اللہ کا کرشمہ اور اس کی کارسازی دیکھنے کی خواہش رکھتے تھے۔ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے دور حکومت میں ایک بڑھیا کے ہاں دو مسافر آئے اور کہنے لگے کہ ہمیں بھوک لگی ہے اگر تمہارے پاس کھانا ہے تو دے دو، تا کہ ہم کھا کر اپنی بھوک مٹائیں۔ہم کھانے کا معاوضہ ادا کریں گے۔بڑھیا بڑی غریب تھی وہ بولی میرے پاس تھوڑی سی گندم ہے میں پسوا کر لاتی ہوں تم کچھ دیر انتظار کرو، کچھ دیر بعد بڑھیا جب آٹا لا رہی تھی تو راستہ میں زوردار ہوا چلنی شروع ہوئی آٹا ہوا لے اڑی بڑھیا کے ہاتھ خالی ہو گئے بڑھیا نے رونا شروع کیا، اتفاق کی بات ہے کہ راستہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام مل گئے۔آپؑ اس زمانہ میں کم سن تھے آپ نے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو وہ بولی کہ میں گندم پسوا کر آٹا لا رہی تھی کہ اچانک ہوا چل پڑی آٹا اڑ گیا۔آپؑ نے فرمایا اس میں رونے کی کیا بات ہے میرا باپ بادشاہ ہے جا اس سے فریاد کر۔

بڑھیا حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فریاد لے کر گئی، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں اللہ کے حکم سے چلتی ہے اگر کوئی انسان ظلم کرتا تو میں انصاف کرتا ہوا کے ساتھ کس طرح معاملہ کروں پھر اپنے ایک خادم سے کہا کہ دو بوری اناج بڑھیا کے حوالے کر دو۔بڑھیا اناج لے کر

واپس جارہی تھی تو راستہ میں پھر سلیمانؑ سے ملاقات ہوگئی۔ آپؑ نے بڑھیا سے دریافت کیا اس نے بتایا کہ بادشاہ نے دو بوری اناج دیا ہے وہ میں لئے جارہی ہوں۔ حضرت سلیمانؑ نے اس سے کہا کہ بادشاہ کے پاس دوبارہ واپس جا اور گزارش کر کہ مجھے وہی آٹا چاہیئے جو ہوا اڑا کر لے گئی ہے بڑھیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہنے پر عمل کیا بادشاہ کے پاس گئی اور وہی بات کہی جو سلیمان نے بتائی تھی۔

بادشاہ بڑھیا کی بات سن کر پریشان ہوگیا اور سوچنے لگا کہ میں ہوا سے یہ بات کس طرح کہوں پھر بادشاہ نے بڑھیا سے دریافت فرمایا کس کے کہنے پر اس طرح کی بات کی ہے بڑھیا نے جواب دیا کہ راستے میں ایک کم سن لڑکا ملا تھا اسے تمام ماجرا سنایا تو اس نے مجھے سکھا کر بھیجا ہے حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ سوائے سلیمان کے دوسرا کوئی اس طرح کی بات نہیں کر سکتا۔ آپؑ نے سلیمان کو دربار میں بلا کر دریافت فرمایا کہ میں کس طرح ہوا سے آٹا لے کر دوں یہ بات تو میرے لئے ناممکن ہے۔

سلیمانؑ نے بادشاہ سے کہا کہ آپ پیغمبر ہیں اور بادشاہ بھی، آپ دعا کریں تو وہی آٹا واپس آسکتا ہے۔ آپ نے دعا کی اللہ نے آپؑ کی دعا سن لی اللہ نے ہوا کو انسانی شکل میں آپؑ کے پاس بھیجا، حضرت داؤد علیہ السلام نے ہوا سے دریافت کیا کہ اس بڑھیا کا آٹا کیوں اڑا کر لے گئی ہوا نے جواب دیا کہ اللہ کا یہی حکم تھا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے ہوا سے

پوچھا کہ اس بارے میں جو معلوم ہے ہمیں بتاؤ، ہوا نے پورا واقعہ سناتے ہوئے کہا۔

سمندر میں ایک کشتی آ رہی ہے اس میں کچھ تاجر بیٹھے ہوئے ہیں کشتی میں ایک سوراخ ہو گیا جس سے کشتی کے ڈوب جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ کشتی میں بیٹھے ہوئے تاجروں نے خدا سے منت مانی کہ "اے خدا اگر کشتی ڈوبنے سے بچ گئی تو ہم اس کا آدھا حصہ داؤد بادشاہ کے دربار میں پیش کریں گے تاکہ وہ غریبوں میں تقسیم کریں۔" ان کی دعا قبول ہوئی، ہوا نے بتایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اس بڑھیا کا آٹا اڑا کر کشتی کا سوراخ بند کر دوں میں نے ایسا ہی کیا، یہ گفتگو جاری تھی کہ اسی دوران وہ تاجر بھی نفع کا مال لے کر دربار میں حاضر ہوئے اور آدھا مال غریبوں میں تقسیم کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مال کے دو حصے کئے ایک حصہ بڑھیا کو دیا اور سلیمانؑ کو شاباشی دی، کیوں کہ ان کی کوششوں سے خدا کی مصلحت کا راز معلوم ہوا۔

ملکہ سبا:

سبا ایک ملک کا نام تھا شاید قدیم زمانے میں سبا یمن کا نام ہو یہ کہنا مشکل ہے ملک سبا میں ایک عورت حکومت کرتی تھی کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار لگا ہوا تھا، اس دربار میں ہر قسم کے چرند پرند موجود تھے لیکن ان جانوروں کے درمیان ہدہد موجود نہیں تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد کے حاضر نہ ہونے پر کچھ پریشانی ہوئی وہ چاروں طرف نظر دوڑا رہے تھے اور ہدہد کو تلاش کر رہے تھے۔ اچانک ہدہد حاضر ہو گیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ دریافت کی ہدہد نے بتایا کہ ملک سبا میں ایک عورت حکومت کرتی ہے وہ اللہ کے دین پر یقین نہیں رکھتی وہ آتش پرست ہے اس کے پاس کثیر فوج ہے وہ عالی شان محل میں رہتی ہے خدمت کے لئے بے شمار غلام ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی باتیں غور سے سنیں اور کہا کہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو سچ ہے یا جھوٹ چنانچہ آپؑ نے ملکہ سبا کے نام ایک رقعہ لکھا آپؑ نے سب سے پہلے بسم اللہ لکھا اور یوں تحریر کیا:

"یہ خط سلیمانؑ کی طرف سے ہے۔ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو سب سے بڑا مہربان اور بہت بڑا رحم والا ہے تم اپنی سلطنت پر غرور اور سرکشی نہ کرو، پہلے تم اللہ کی فرمانبرداری کرنے کا عہد کرو پھر میرے پاس چلی آؤ۔"

آپؑ نے خط ہدہد کے حوالے کیا اور بولے کہ یہ خط اس کے سامنے ڈال دو ہدہد نے ایسا ہی کیا ملکہ نے خط اٹھا کر پڑھا اور درباریوں سے کہا

اور پڑھ کر سنایا اور ان سے رائے طلب کی کہ اب کیا کرنا چاہئے دربار میں حاضر تمام لوگوں نے ایک رائے ہو کر کہا، ہم طاقتور ہیں اس لئے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم سلیمانؑ کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں ملکہ سبا نے کہا یہ تو ٹھیک ہے اس میں کوئی شک نہیں ہم کمزور تو نہیں ہیں لیکن ہمیں سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہئے ان سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے لئے میں تحفے تحائف بھیجنا چاہتی ہوں اگر انہوں نے ہمارا تحفہ قبول نہ کیا تو میں سمجھوں گی کہ وہ پیغمبر ہیں، پیغمبروں کو مال و دولت کی ہوس نہیں ہوتی، اگر انہوں نے تحفہ قبول کیا تو میں سمجھوں گی کہ وہ صرف بادشاہ ہیں بادشاہوں کو ملک گیری کی ہوس ہوتی ہے میں اس بات سے خوف زدہ ہوں کہ بادشاہ جس ملک میں داخل ہوتے ہیں وہاں تباہی مچادیتے ہیں ہر چیز کو تباہ برباد کر دیتے ہیں۔

ملکہ نے یہی سوچ کر تحفے تحائف بھیجے تحفوں کا سامان لے کر خادم حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ میرا مقصد یہ نہیں جو ملکہ نے سمجھا ہے میرے پاس دولت و حشمت کی کمی نہیں ہے خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ ملکہ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میرے پاس چلی آئے اگر اس نے میرے پاس آنے سے انکار کیا تو میں لشکر لے کر پہنچ جاؤں گا ملکہ کو رسوائی اٹھانی پڑے گی خادم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام ملکہ تک پہنچا دیا۔ ملکہ نے روانگی کے لئے تیاری شروع کر دی۔

آپؑ کو ملکہ کی روانگی کی خبر مل چکی تو آپؑ نے جنوں سے پوچھا کہ ملکہ کو یہاں کون لا سکتا ہے ان میں سے ایک جن نے کہا کہ میں پلک جھپکتے ہی ملکہ کو حاضر کر سکتا ہوں، آپؑ نے اجازت دی تو ایک جن تخت سمیت ملکہ سبا کو لے آیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کیا اور حکم دیا کہ اس تخت کی شکل بدل دی جائے، جب ملکہ دربار میں پہنچی تو اس سے پوچھا کہ کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے اس نے کہا کہ یہ تو وہی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے محل کو حیرت انگیز طریقے سے بڑی حکمت کے ساتھ تعمیر کیا محل کا فرش شیشے سے تیار کیا فرش کے نیچے پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ فرش نہیں بلکہ پانی ہی پانی ہے جب ملکہ سبا محل کے فرش پر پاؤں رکھنے ہی والی تھی کہ پیچھے ہٹ گئی اور اپنے پائنچے اوپر چڑھا لئے ایک خادم نے ملکہ کی حرکت دیکھ کر کہا کہ یہ پانی نظر آ رہا ہے لیکن پانی نہیں ہے بلکہ فرش ہے پائنچے اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے ملکہ یہ عجوبہ دیکھ کر دنگ رہ گئی اور کہنے لگی۔

"اے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے میں سلیمانؑ کی بات مانتی ہوں اللہ ہی تمام کائنات کا رب ہے۔"

ملکہ سبا حضرت سلیمانؑ پر ایمان لے آئی اور آپؑ سے نکاح کر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے بھاری لشکر کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے اس راستے پر چیونٹیاں چل رہی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ

السلام کی سواری دیکھ کر چیونٹیوں کے سردار نے چیونٹیوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ گزر رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم سب حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے مصاحبوں کے قدموں کے نیچے آ کر روندے جاؤ تم سب اپنی حفاظت کے لئے بلوں کے اندر گھس جاؤ۔ چیونٹیوں کی یہ بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرائے اور خدا کا شکر ادا کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام عجیب وغریب حالت میں وفات پا گئے آپ علیہ السلام ایک مقام پر عصا ٹیک کر کھڑے رہے اور اسی حالت میں آپؑ کی روح پرواز کر گئی لیکن آپؑ گرے نہیں، آپ کی وفات سے سب بے خبر تھے جب عصا کو دیمک چاٹ گئی تو آپؑ گر پڑے اسی وقت جنوں چرند اور پرند کو آپؑ کی وفات کی خبر ہوئی۔

حضرت ذکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے آپؑ کا تعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو بات انسان کے وہم وگمان میں یا اس کے اختیار میں نہیں ہوتی وہ قدرت خداوندی سے ہو جاتی ہے اللہ ہر شے پر قادر ہے وہ مردے کو زندہ کرتا ہے زندہ کو مردہ، حضرت زکریا علیہ السلام کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ کچھ اسی طرح کا ہے حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے نبی تھے، رات و دن اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے، وہ اللہ کی یاد میں کبھی غافل نہیں رہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کا معاشرے میں مذہبی اعتبار سے بہت بلند مقام تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل فلسطین پر قابض ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بارہ قبیلوں میں تقسیم ہوگئی ان میں سے ایک قبیلہ ایسا تھا جو بہت زیادہ مذہبی کاموں میں منہمک رہا وہ مقدس عبادت گاہ کے صحنوں اور کوٹھریوں کو صاف ستھرا رکھتا، عبادت کے لئے لوگوں کو بلاتا قربانی کرتا، لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتا اور برائی سے روکتا تھا اس قبیلہ میں ابیاہ نامی ایک پاکباز شخص گزرا۔ حضرت زکریاؑ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے حضرت زکریا علیہ السلام بھی عبادت خانے کی خدمت کرتے تھے۔ ان کے

کوئی اولاد نہیں تھی وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے، اس لئے اولاد کی امید بھی نہیں رکھتے تھے، اس محرومی کے باوجود وہ جانتے تھے کہ اللہ بڑا کارساز ہے اس کے احاطہ اختیار سے کوئی چیز باہر نہیں وہ سب کچھ کرسکتا ہے، اسی خیال سے وہ مایوس نہیں ہوئے آپؑ کو سہارے کی ضرورت تھی، وارث کی ضرورت تھی وہ چاہتے تھے کہ نیکی نسل در نسل چلے اسی لئے ان کی خواہش تھی کہ ایک صالح اولاد ہو جو اللہ کی بندگی بجالائے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لئے یوں دعا کی قرآن کریم میں ارشاد ہے، جب زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا کہ اے پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ، بہترین وارث تو تو ہی ہے پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو درست کر دیا یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے خواہش اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے ہمارے آگے سجدہ کرتے تھے۔

اللہ نے حضرت زکریاؑ سے قبل آنے والے پیغمبروں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کس طرح ہم اپنے نیک بندے کو صالح اولاد عطا کرتے ہیں وہ کس طرح نیکی کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔

ہم نے حضرت ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسی اولاد عطا کی ہر ایک کو راہ ہدایت دکھائی، تو وہی راہ تھی جو حضرت نوح کو دکھائی تھی اور اسی کی نسل سے ہم نے داوٗد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہدایت بخشی اسی

طرح ہم نیکو کاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں اور اس کی اولاد سے زکریا، یحیٰی، عیسیٰ، الیاس کو راہ دکھائی۔

یہ سب صالح یعنی نیک بندے تھے یہ سب کے سب اللہ کے نبی تھے اللہ کی عبادت کرتے تھے لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے۔

حضرت زکریا کا دامن شرک سے پاک صاف رہا۔

ان پیغمبروں کے ناموں کا بیان یہ مقصد ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ایک خاص مدت تک نسل در نسل انبیا کو مبعوث کرتا رہا یہ سب کے سب نیکی ہی کی دعوت دیتے رہے اس لحاظ سے حضرت زکریاؑ اولاد سے کس طرح محروم رہتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام گہری خواہش کے ساتھ دعا کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا سن لی اور بشارت ہوتی ہے کہ ''اے زکریاؑ ہم تجھے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہوگا۔''

عرض کیا، اے پروردگار میرے ہاں کیسے بیٹا ہوگا، جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں۔

جواب ملا'' ایسا ہی ہوگا تیرا رب فرماتا ہے کہ یہ میرے لئے ذرا سی بات ہے اس سے پہلے تجھے پیدا کر چکا ہوں جبکہ تو کوئی چیز نہ تھا۔''

زکریاؑ نے کہا ''میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر دے۔''

اللہ نے فرمایا ''نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارے میں

بات کیا کرو اس دوران اپنے رب سے رجوع کرو، اور اپنے رب کو بہت یاد کرو صبح و شام اس کی تسبیح کرو"۔

پھر وہ حجرے سے باہر آئے اور قوم سے اشارے میں ہدایت کی کہ صبح و شام تسبیح کرو۔

حضرت ذکریا علیہ السلام رات و دن عبادت کرتے تھے اور اپنے رب کو سچے دل سے پکارتے تھے، نیک کام کرتے تھے، جب آپؑ اللہ کا ذکر کرتے اس وقت عود ولوبان جلا کر ماحول کو خوشبو میں بسا دیتے۔

آپ پیشہ کے اعتبار سے بڑھئی تھے اپنی محنت سے روزی کماتے جو پیسہ ملتا اس میں سے بھی حاجت مندوں کو دیتے محتاجوں کو کھانا کھلاتے جو لوگ رات و دن عبادت میں مصروف رہتے ان کی دیکھ بھال کرتے ان کے کھانے کا انتظام کرتے، حضرت ذکریا علیہ السلام کا زمانہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ایک تھا۔ آپؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رشتہ دار تھے آپؑ جس عبادت خانے میں ذکر کرتے تھے عبادت خانہ میں کاہن کی حیثیت رکھتے تھے اس عبادت خانہ کو ہیکل کہا جاتا ہے۔

اسی عبادت خانے میں حضرت مریم کو بھی رکھا گیا تمام کاہنوں کی خواہش تھی کہ مریم کی دیکھ بھال کی ذمہ داری انہیں ملے، چونکہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے مریم کی دیکھ بھال اور ان کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی حامی بھری تھی اس لئے مریم کو ان کی کفالت میں دیا گیا آپؑ نے مریم کو اپنی

سرپرستی میں لے لیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی، حضرت زکریا علیہ السلام کی پکار کے جواب میں فرشتوں نے آواز دی جب آپؑ حجرے میں عبادت میں مصروف تھے اللہ تجھے یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک فرمان کی تصدیق کرنے والا بن کر آئے گا، وہ بزرگ ہوگا، اور وہ صالحین میں شمار کیا جائے گا۔

چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی کا ذکر انجیل لوقا میں یوں کیا گیا۔

''وہ دونوں خدا کے حضور سچے، راست باز خداوند کے تمام احکام اور قوانین پر عمل کرنے والے تھے۔''

ایک مرتبہ ایک شخص عبادت خانہ میں آیا اور حضرت زکریا علیہ السلام سے مل کر کہا کہ میں صبح شام عبادت خانہ میں عبادت کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں جنت کا حقدار بنوں حضرت زکریا علیہ السلام نے اس سے فرمایا ''تو حق دار کس طرح ہوگا جبکہ تیرا رب تجھ سے دور ہے۔''

''میرا رب مجھ سے کس طرح قریب ہوگا، مجھے نصیحت فرمائیں؟''

حضرت زکریا علیہ السلام نے اس سے چند سوالات کیے:

''کیا تو ماں باپ کی خدمت کرتا ہے؟

''نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا۔ ''کیا تو لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''نہیں۔''

آپ علیہ السلام نے پوچھا'' کیا تو غریبوں اور مانگنے والوں کو کھانا دیتا ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''آپ علیہ السلام نے دریافت کیا'' کیا تو کسی کا حق مارتا ہے؟''

اس نے جواب دیا''ہاں، مجھ سے یہ گناہ ہوتا ہے۔''

آپؑ نے کہا''یہی وجہ ہے کہ تیرا رب تجھ سے دور ہے اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا رب تجھ سے قریب ہو، ماں باپ کی خدمت کر لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کر۔ لوگوں سے نرمی سے بات کر مانگنے والوں کو کھانے کے لئے دے جو تجھ سے ہو سکے مریضوں کی عیادت کر انہیں تسکین دے کسی کا حق نہ مار جب تو یہ عمل کرے گا تیرا رب تجھ سے قریب ہوگا جب قریب ہوگا تو تیری آواز سنے گا۔''

پھر عبادت خانے میں آ۔ اسے یاد کر پھر تیرا رب تیری بات سنے گا۔

آپؑ کی وفات کے متعلق اختلافات پائے جاتے ہیں بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپؑ کو شہید کیا گیا، بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ آپؑ قدرتی موت سے انتقال کر گئے۔

حضرت یحیٰ علیہ السلام

حضرت یحیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے، آپؑ حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام میں جو عادتیں تھیں وہی عادتیں آپؑ کے اندر بھی تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام بہت عبادت گزار پیغمبر تھے، حضرت یحیٰ علیہ السلام بھی اسی طرح اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے اللہ نے جو حکم دیا اس پر پوری طرح عمل کرتے تھے۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کا واقعہ سمجھنے کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں بھی جاننا ضروری ہے اس لئے ہم زکریاؑ کا حال مختصر طور پر بیان کریں گے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی، اب تو وہ بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے بڑھاپے کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے لیکن اولاد کی خواہش دل ہی دل میں مچل رہی تھی اللہ کی ذات سے وہ مایوس نہیں ہوئے کیونکہ اللہ ہر شے پر قادر ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے اس کے کام ایسے ہیں کہ وہ انسان کے وہم وگمان میں نہیں آتے اس لئے وہ اللہ سے رات و دن دعا کرتے تھے۔ آخر اللہ نے ان کی سن ہی لی دعا قبول ہوئی انہیں بشارت ہوئی کہ مایوس نہ ہو، بیٹا ہوگا اس کا نام یحیٰ رکھنا۔

کسی بھی مایوس انسان کے لئے اس سے بڑی خوش خبری اور کیا ہوسکتی ہے۔اس نے جو مانگا اسے مل رہی ہے بشارت سن کر حضرت زکریا علیہ السلام بھی خوش ہوئے بشارت ملنے کے کچھ عرصہ بعد ان کی مراد پوری ہوئی ان کے بیٹا ہوا اللہ کے حکم کے مطابق بیٹے کا نام یحیٰؑ رکھا۔

نئی دریافت اور معلومات کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام جس جگہ پیدا ہوئے اس پر عیسائیوں نے اپنی عبادت گاہ تعمیر کر لی۔ عیسائیوں کی عبادت گاہ کو گرجا گھر کہتے ہیں اس گرجا گھر کا نام ''چرچ سان جان بیپٹسٹ'' ہے، جہاں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ،وہ جگہ بیت المقدس کے قریب ہے اس مقام کا نام عین کریم ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حالات جاننے کے لئے بیت المقدس اور قوم بنی اسرائیل کے بارے میں بھی جاننا ضروری ہے۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل مصر سے نکلنے کے بعد مارے مارے پھرتے رہے انہیں کہیں جائے پناہ نہیں مل رہے تھی آخر میں انہوں نے اپنا ٹھکانہ بیت المقدس میں بنالیا اور وہیں رہنے سہنے لگے لیکن اپنی اخلاقی حالت درست نہ کر سکے بلکہ بدستور گمراہی میں پڑے رہے ان کی بداخلاقی اور گمراہی کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے احکام عشرہ میں ان خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی۔

انہیں شرک کرنے سے منع کیا گیا وہ لوگ ماں باپ کی عزت نہیں

کرتے تھے، ناحق دوسروں کا خون کرتے تھے، عورتوں کی عزت نہیں کرتے تھے، چوری کرتے تھے، پڑوسیوں کو پریشان کرتے تھے، دوسروں کا مال غصب کرتے تھے، لوگوں سے اچھا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔

قرآن کریم میں بھی بنی اسرائیل کے بارے میں اس طرح ذکر کیا گیا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرو، لوگوں سے اچھا برتاؤ کرو نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، لیکن بنی اسرائیل اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

ان کی اخلاقی خرابیوں کی وجہ سے کئی بار انہیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا، انہیں راہ راست پر لانے کے لئے پیغمبر آتے رہے لیکن لوگوں نے ان کی باتوں پر کان نہیں دھرا، بلکہ ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے رہے۔

مذکورہ حالات جاننے کے لئے اس زمانے کے سیاسی اور ملکی حالات جاننا بھی ضروری ہے۔

قدیم زمانے سے ملک عرب پر دو ملکوں کا قبضہ رہا عرب کے کچھ حصہ پر فارس کی حکمرانی تھی تو کچھ حصہ پر روم حکومت کرتا تھا۔ عرب ان دو ملکوں کے غلام تھے، ان حکومتوں کو قیصر و کسریٰ کہا جاتا ان دو حکومتوں نے اپنے اپنے زیر قبضہ علاقوں میں مقامی سرداروں کو اختیارات دے رکھے تھے، اس لئے ہر سردار کسی نہ کسی حکومت کا نمائندہ ہوتا تھا۔ عرب کے باشندے ان کے

احکامات کو ماننے کے پابند تھے۔ بیت المقدس جو عرب ہی کا علاقہ تھا وہاں روم کی حکومت تھی۔

حضرت زکریا علیہ السلام بیت المقدس میں رہتے تھے اس علاقہ میں سرداروں کے درمیان جھگڑا رہتا تھا، سردار بھی اسرائیلی تھے کچھ سرداروں نے وہاں رومیوں کو دعوت دی سرداروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر علاقہ میں رومی داخل ہو گئے اور اپنا سکہ جمالیا، سرداروں نے بھی ان کا خیر مقدم کیا۔

تاریخ کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش سے باسٹھ سال قبل رومیوں نے بیت المقدس پر پوری طرح غلبہ حاصل کر لیا ان میں سے ایک یہودی سردار جو ہیرود اعظم کے نام سے مشہور تھا اور رومی حکومت کا منظور نظر تھا اختیارات اس کے ماتحت تھے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانے میں شام اور فلسطین کا پورا علاقہ قیصر روم کے زیر اثر آ چکا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا علاقہ گلیلی کا بھی وہی فرمانروا تھا۔

رومی بد خصلت، بے حیا اور بے شرم تھے، ان کی پوری زندگی گناہ آلود تھی رومیوں کی دیکھا دیکھی یہودیوں نے بھی ان کی بد عادتیں اور بے شرمی کا طور طریقہ اپنا لیا اور گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا۔

اللہ ﷻ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر گمراہ قوم کی طرف بھیجا آپ لوگوں کو تبلیغ کرتے کہ ماں باپ کی عزت کرو، عورتوں سے نرمی کا سلوک کرو، کسی کا حق نہ مارو، لوگوں سے اچھا برتاؤ کرو کسی پر ظلم نہ کرو، جس کے

پاس کھانا ہو وہ بھوکے کو کھانا کھلائے جس کے پاس دو کرتے ہوں ان میں سے ایک کرتا ایسے ضرورت مند کو دو جس کے پاس نہ ہو جو لوگ حکومت کی طرف سے ٹیکس وصول کرنے پر مامور ہوتے ان سے کہتے کہ جو مقرر ہے وہی لو اور اپنی تنخواہ پر گزارہ کرو۔

اور نماز اور روزے کی بھی تلقین فرماتے آپؑ فرماتے کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو، نہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ اللہ نے تم کو پیدا کیا وہی تم کو رزق دیتا ہے تم اسی کی بندگی کرو، اپنے مال میں سے صدقہ نکالو۔ شب و روز اللہ کا ذکر کرو۔

آپؑ اپنے زمانہ میں بے حد مشہور تھے، آپؑ کا شمار نامی گرامی لوگوں میں ہوتا تھا لوگ آپؑ کی بے حد عزت اور احترام کرتے تھے آپؑ نے کبھی عیش و عشرت کی زندگی بسر نہیں کی، آپؑ دنیاوی آرام اور لذتوں سے دور رہتے تھے۔

آپؑ نے اللہ کا ذکر کرنے کے لئے اپنا ٹھکانہ شہر سے دور جنگل میں بنا لیا تھا ساری زندگی اسی سنسان جگہ پر گزار دی لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچانے اور ہدایت کے لئے آبادی کا رخ کرتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے۔

آپؑ تورات کے احکام پر پوری طرح عمل کرتے تھے بنی اسرائیل کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے، اسرائیلیوں میں سے بھی بہت سے لوگ آپؑ کے خلاف ہو چکے تھے۔ آپؑ کی باتوں کو سننا پسند نہیں کرتے اس

لئے آپؑ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، آپؑ نے ظالموں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا حکومت وقت اور سرداروں کے ظالمانہ رویہ سے بھی مایوس ہو چکے تھے ان کے غلط کاموں پر انہیں ٹوکتے تھے اور ساتھ ہی ان کی اصلاح کے لئے بھی کوشش کرتے۔

اس بنا پر آپؑ کو قید میں بھی ڈالا گیا اس پر بھی آپؑ نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی جو خاص صفت بیان کی گئی وہ یہ کہ آپؑ اللہ کے فرمان کی تصدیق کرنے والے ہوں گے آپؑ اللہ کا دین پھیلانے اور گمراہوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ہر جگہ جاتے اور منادی کرتے تھے کہ "لوگو توبہ کرو آسمان کی بادشاہی قریب آ گئی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عیہ السلام سے فرمایا "اے یحییٰ کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھام لے، ہم نے اسے بچپن ہی میں حکم سے نوازا اپنی طرف سے اس کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی وہ بڑا پرہیزگار تھا اور اپنے والدین کا تابعدار تھا۔ وہ سرکش اور نافرمان نہ تھا۔"

ایک مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یحییٰ سے ملنے کی غرض سے جنگل گئے، تلاش کے بعد ان تک پہنچے اور کہا:

"بیٹا ہم تمہیں دیکھنے کے لئے بہت بے چین ہیں تم یہاں آنسو بہا رہے ہو۔"

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ادب سے جواب دیا ''ابا جان آپ ہی نے ہمیں بتایا تھا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک میدان ہے جو خدا کے خوف سے آنسو بہائے بغیر پار نہیں ہو سکتا اور جنت تک نہیں پہنچ سکتا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام یہ باتیں سن کر رو پڑے، حضرت یحییٰ علیہ السلام نیک اعمال کے ذریعہ ہی اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے رہے جبکہ بنی اسرائیل مذہبی عالموں میں یہ صفت نہیں تھی بلکہ انہیں اس بات پر فخر تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں وہ جو چاہیں کریں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہو گی وہ اپنے آپ کو خدا کے چہیتے سمجھنے لگے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بہشت تو ان کے لئے خاص کر دی گئی ہے اسی زعم نے اسرائیلیوں کو کہیں کا نہ رکھا دنیا میں بھی وہ خوار ہونے لگے خدا کے نزدیک بھی۔

آپؑ کے پاس اسرائیلی عالم آتے تو آپؑ انہیں صاف صاف کہتے کہ تم اس بات پر غرور نہ کرو کہ تم ابراہیمؑ کی اولاد ہو، آپؑ فرماتے کہ جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے تمہارے اعمال بھی اچھے نہیں ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی باتیں دل پر اثر کرنے والی ہوتی تھیں جو سنتا دم بخود ہو جاتا اور روحانی سکون اور مسرت حاصل کرتا۔

بنی اسرائیل میں صدیوں سے ایک پرانی رسم چلی آ رہی تھی جسے بپتسمہ کہا جاتا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے نتیجے میں جو لوگ گناہوں سے

توبہ کرنے کے بعد اللہ کا دین اختیار کرنے کے خواہشمند ہوتے وہ اپنی اصلاح کے لئے آپؑ کے پاس جاتے آپؑ ایسے لوگوں سے توبہ کراتے اور ساتھ ہی دریائے اردن کے پانی کا ایک چلو سر پر ڈالتے۔ یہ اس بات کی تصدیق تھی کہ وہ بدی چھوڑ کر نیکی کی طرف آ گئے ہیں آپؑ ان لوگوں کے لئے دعائے خیر کرتے، ہر آنے والا شخص توبہ کرنے کے بعد آپؑ کی تعلیمات پر چل کر آئندہ گناہوں سے بچ کر رہنے کا وعدہ کرتا۔

چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی قوم میں بپتسمہ دینے والے لقب سے پہچانے جانے لگے بپتسمہ کا مطلب بندے کو اللہ کے رنگ میں رنگنا ہے، سب سے بہترین اللہ کا رنگ ہے یہ عمل اصطباغ کہلاتا تھا۔ آپؑ کا زمانہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ایک ہی تھا دونوں اللہ کے نبی تھے حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور تعلیمات کے بارے میں سنتے رہتے تھے۔

آپؑ کو معلومات حاصل کرنے کا شوق تھا اس غرض سے آپؑ نے اپنے دو شاگردوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پیغام دے کر بھیجا کہ آیا وہ جیسی شہرت سنتے ہیں عین اس کے مطابق ہیں، یا نہیں۔

وہ دو شاگرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا پیغام سنایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی اور دین کی باتیں بتائیں اور معجزات بھی دکھائے اور فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہی

جا کر بیان کرو۔ شاگرد واپس آئے اور فرمایا جو اندھے تھے دیکھنے لگے جو لنگڑے تھے چلنے کے قابل ہوئے جو مردہ تھے زندہ ہوئے۔

آپؑ نے سن کر فرمایا کہ کمزوروں کی مدد کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے آپؑ برائی اور فحاشی سے بیحد نفرت کرتے تھے آپؑ نے ایک عورت کو بے حیا زندگی گزارنے پر منع کیا تو اس نے آپؑ کو شہید کرادیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو عیسائی کہتے ہیں ہم مسلمان بھی انہیں اللہ کا نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بہت کم معلومات حاصل ہوئی ہیں آپ علیہ السلام یروشلم کے قریب ایک گاؤں ناصرہ میں کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ہمیں حضرت مریم کے بارے میں بھی جاننا ضروری ہے

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے دو ہزار سال قبل بیت المقدس کے آس پاس کے علاقہ میں ایک بزرگ رہتے تھے جو نہایت پرہیز گار تھے اور بہت زیادہ عبادت کرتے تھے ان بزرگ کا نام ''عمران'' تھا اور ان کی بیوی کا نام حنہ تھا، یہ خاتون بھی نہایت نیک اور پارسا تھیں ہر وقت اللہ کی یاد میں مشغول رہتیں۔ حنہ جب حاملہ ہوئیں تو منت مانی کہ میرے جو بچہ پیدا ہوگا اگر وہ لڑکا ہوا تو عبادت خانے کی خدمت کے لئے مامور کروں گی لڑکا دنیا کا کوئی کام نہیں کرے گا صرف اللہ کی عبادت کرے گا۔

اس زمانے میں یہ روایت تھی عبادت خانے کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے صرف لڑکوں کو ہی رکھا جاتا تھا۔ سورہ آل عمران میں اس کا اس طرح

ذکر کیا گیا ’’اللہ اس وقت سن رہا تھا جب عمران کی عورت کہہ رہی تھی کہ میرے پروردگار میں اس بچہ کو جو میرے پیٹ میں ہے تیری نذر کرتی ہوں وہ تیرے کام کے لئے وقف ہوگا میری اس پیشکش کو قبول فرما تو سننے والا اور جاننے والا ہے‘‘۔

بچہ پیدا ہوا لیکن لڑکا نہیں، لڑکی تھی، ماں کی خواہش پوری نہیں ہوئی، منت تو مان چکی تھی لڑکا ہوتا تو عبادت خانے کی خدمت کے لئے پیش کر دیتی حنہ بے چین ہوگئی قرآن کریم میں اس کا اس طرح ذکر کیا گیا۔

’’پھر جب وہ بچی اس کے ہاں پیدا ہوئی تو اس نے کہا میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے...... حالانکہ اللہ کو اس کی خبر تھی بچی کا نام مریم رکھا گیا اس نے کہا ’’میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنہ سے تیری پناہ میں دیتی ہوں‘‘۔ (آل عمران)

مریم عام بچیوں کی طرح نہیں تھی بلکہ اللہ نے خاص سعادت بخشی تھی اللہ نے اس بچی کو برگزیدہ بنایا چہرے پر ایک خاص کشش تھی ایک چمکتا ہوا نور تھا، جب مریم بڑی ہوئی تو سمجھدار بھی ہوئی اسے بیت المقدس کی عبادت گاہ جسے ہیکل کہتے ہیں حوالے کر دیا گیا وہ رات اور دن ذکر الٰہی اور عبادت میں مشغول رہنے لگیں، حضرت مریم نیک اور معصوم تھیں، اخلاق بھی بے حد اچھا تھا اسی کی بدولت عبادت گاہ کا ہر خادم احترام کرتا تھا ہر خادم کی یہ خواہش تھی کہ مریم اس کی سرپرستی میں رہے اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہے۔ ہر خادم

یہ سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔

مریم اپنے حسن اخلاق اور اچھی عادتوں سے خادموں اور کاہنوں کے دلوں میں گھر کر گئی۔ حضرت مریم کو پرورش کرنے والا کوئی نہیں تھا، باپ جس کا نام عمران تھا پہلے ہی فوت ہو چکا تھا، یہی وجہ تھی کہ مریم کا کوئی پرسان حال نہ تھا حضرت زکریا علیہ السلام بھی اسی عبادت گاہ میں زندگی گزار رہے تھے اور عبادت کرتے، وہ رشتہ میں مریم کے خالو لگتے تھے ان کی بھی خواہش تھی کہ مریم ان کی سرپرستی میں رہے، سرپرست بننے کی سب کو خواہش تھی اب اس کے لئے کیا کیا جائے سوچ بچار کے بعد قرعہ ڈالا گیا تو ہر مرتبہ حضرت زکریا علیہ السلام کا نام ہی آیا، تو انہوں نے ذمہ داری قبول کر لی، اس بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

''آخرکار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول کر لیا اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔''

چنانچہ حضرت مریم نیک اور عبادت کرنے والوں کے درمیان پروان چڑھی آپ بھی بہت زیادہ عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور اللہ کا دن رات ذکر کرتی تھیں جب بڑی عمر کو پہنچیں تو بہت کم باہر نکلا کرتیں آپ کو غیب سے کھانا ملتا تھا حضرت زکریا علیہ السلام اکثر آپ کی خیریت دریافت کرنے جاتے ایک دفعہ حضرت زکریاؑ نے دیکھا کہ آپ کے پاس کھانے کا سامان رکھا ہوا ہے آپؑ پوچھتے کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے تو مریم جواب میں

فرماتیں کہ ''یہ اللہ نے بھیجا ہے۔''

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''زکریا جب کبھی اس کے محراب (حجرے) میں جاتے تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا پاتے۔ زکریا نے پوچھا مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ جواب دیتی اللہ کے پاس سے آیا ہے اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔''

حضرت مریم ہر وقت عبادت میں مشغول رہا کرتیں ضرورت کے وقت حجرے سے باہر نکلتیں ایک مرتبہ معمول کے مطابق باہر نکلیں اور مشرق کی طرف ایک علیحدہ گوشہ میں جا بیٹھی، اللہ نے پردہ ڈال دیا پھر اس کی طرف اپنی روح کو بھیج دیا وہ انسان بن کر اس کے سامنے آیا، حضرت مریم ایک دن تنہا تھی اور دیکھا کہ قریب ایک انسان آرہا ہے اس سے مریم نے کہا کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تو پرہیزگار ہے۔

اس نے کہا کہ تیرے رب کی طرف سے بھیجا گیا ایک فرشتہ ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکے کی خوش خبری سناؤں؟

مریم نے کہا ایسا کیوں کر ممکن ہے میرے قریب کوئی انسان نہیں آیا؟

فرشتے نے کہا کہ میرے رب کے نزدیک سب کچھ ممکن ہے وہ کائنات کا مالک ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کے دن

قریب آ گئے تو حضرت مریم خوف زدہ ہو گئیں اور خیال کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بدنام ہو جاؤں۔ اور لوگ مجھ پر شک کریں، ایک ویران جگہ جا کر ایک ٹیلے پر رہنے لگیں یہ جگہ بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے وہاں کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا اس لئے بہت زیادہ پریشان ہوئیں غیب سے آواز آئی۔ ''غم نہ کر تمہارے رب نے تمہارے لئے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔ یہاں خرمہ کا ایک درخت بھی ہے اس کے تنا کو ہلاؤ خرمے جھڑیں گے اسے کھاؤ اور پانی پیو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔''

حضرت مریم تنہائی کی زندگی گزارنے لگیں جب بھوک لگتی خرمہ کھاتیں، اور چشمہ سے پانی پیتیں وقت پورا ہوا تو لڑکا پیدا ہوا، واپس حجرے کی طرف آئیں، جب لوگوں کو معلوم ہوا تو آپ کا مذاق اڑانے لگے آپ پر آوازے کسنے لگے۔

''اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ برا تھا نہ ماں بری تھی، تو نے تو رسوائی مول لی۔'' بدنامی سے آپ کو دکھ پہنچا لوگوں کو بے گناہی کا یقین دلاتی، آپ نے تنگ آ کر لوگوں سے کہا کہ یہ دودھ پیتا بچہ میرے بارے میں سب کچھ بتا دے گا۔ پھر بچہ کی طرف اشارہ کیا۔

''لوگوں نے کہا یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ بچہ باتیں کرے گا؟''

بچہ نے بولنا شروع کیا ''میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی مجھ کو نبی بنایا، اور برکت والا بنایا جب تک میں زندہ ہوں، مجھ کو میری ماں کا

خدمت گار بنایا اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اس نے مجھ کو سرکش اور بد بخت نہیں بنایا۔ مجھ پر سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا، جس روز میں مروں گا، جس روز میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ میں عیسیٰ بن مریم ہوں، سچی بات کہہ رہا ہوں۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو اشارہ کر دیتا ہے ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔ بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔"

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی تھی اور بچے کا بات کرنا بہت بڑا معجزہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی مثال ہے اللہ نے مٹی سے بنایا جس طرح اللہ نے بغیر باپ کے آدمؑ کو پیدا کیا اپنی روح پھونکی اسی طرح اللہ نے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور روح پھونکی۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑی عمر کو پہنچے تو لوگوں کو نیکی کی دعوت دینے لگے آپ طاغوتی قوتوں کے خلاف تھے، پیار و محبت کا درس دیتے بھوکوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتے کمزوروں کا ساتھ دیتے، بیماروں کو شفا بخشتے اندھوں کو بینائی عطا کرتے وہ دیکھنے کے قابل ہو جاتا، کوڑھ کا مرض اچھا کرتے، بیماروں کے قریب رہتے آپ نے فرمایا:

میں مادرزاد اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا بخشتا ہوں، اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کر دئے بیماروں کی عیادت کرتے آپؑ اپنے حواریوں سے کہتے کہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھو اگر وہ بیمار ہو تو تیمارداری کرو اگر کوئی بھوکا ہو تو کھانا کھلاؤ پیاسا ہو تو پانی پلاؤ کسی کو اذیت نہ پہنچاؤ گناہوں سے بچو اللہ سے معافی طلب کرو۔

ایک مرتبہ آپؑ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا ''مجھے کوئی ایسا طریقہ بتاؤ جس پر چل کر میں خدا تک پہنچ جاؤں۔''

آپؑ نے جواب دیا ''کسی فاقہ زدہ انسان کے گھر جاؤ اس کے لئے کھانے کا بندوبست کرو، کسی مریض کے پاس جاؤ اگر اس کے پاس کوئی نہ ہو اس کی تیمارداری کرو اگر ہو سکے تو اس کا علاج بھی کرو، اگر تم ان باتوں پر عمل کرنے لگ جاؤ پھر تم خدا سے دور نہیں تم اسے اپنے پاس موجود پاؤ گے تم جو کچھ طلب کرنا چاہو خاموشی سے طلب کرو وہ تمہیں ضرور دے گا یہی اس کی مرضی ہے جب تک تم اس کی مرضی پوری نہ کرو تم خدا تک نہیں پہنچ سکتے۔''

ایک مرتبہ ایک نوجوان آپؑ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا میں کون سا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟

آپؑ نے اسے جواب دیا ''تو نیکی کے بارے میں مجھ سے کیوں پوچھتا ہے نیک تو صرف ایک ہی ہے، تو ان احکام کو مان۔''

نوجوان نے پوچھا ''کون سے احکام؟''

''آپؑ نے جواب دیا خون نہ کر، برائی نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے ماں باپ کی عزت کر، اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت کر۔''

اس نوجوان نے جواب دیا ان سب باتوں پر تو میں عمل کرتا ہوں پھر کیا رہ جاتا ہے؟

پھر آپؑ نے فرمایا ''اگر تو چاہتا ہے کہ تیری زندگی کامل بن جائے تو جا اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو دیدے تو آسمان پر تجھے خزانہ ملے گا۔''

آپؑ کے مزاج میں نرمی تھی، آپؑ اپنے دشمنوں کو بھی معاف کرتے اور ہدایت کرتے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی پیش کردو اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے اندر عاجزی اور نرمی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ آپؑ جرم کرنے والے کو بھی معاف کردیتے تھے، ایک مرتبہ آپؑ کے سامنے ایک گناہگار عورت کو لایا گیا آپؑ نے سزا تجویز کی کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے۔

سنگسار کا مطلب یہ کہ پتھر برسائے جائیں چنانچہ اس حکم پر آپؑ کے ساتھ ہر وقت رہنے والوں نے مارنے کے لئے اپنے ہاتھوں میں پتھر اٹھالئے آپؑ نے سب کو روک دیا اور کہا کہ سب سے پہلا پتھر وہ شخص مارے جس نے کبھی گناہ نہ کیا، سب کے ہاتھوں سے پتھر گر پڑے اور سر جھک گئے اور کہا ہم سب گنہگار ہیں اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا گنہگاروں کو پتھر مارنے کا کوئی حق نہیں، اور عورت سے کہا کہ چلی جاؤ۔

ایک مرتبہ آپؑ کے پاس آپؑ کے ماننے والوں میں کچھ لوگ آئے ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ خداوند قدوس سے کہیں کہ وہ ہم لوگوں کے لئے کھانا بھیج دے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، تو آسمان سے کھانا نازل ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو دین کی طرف بلاتے تھے انہیں نشانیاں دکھاتے ایک روز حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں میں مٹی سے ایک پرندہ بناتا ہوں اس میں روح پھونکتا ہوں وہ خدا کے حکم سے ایک جاندار پرندہ ہوجاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بہت تھوڑے لوگ ایمان لے آئے، ایمان لانے والوں میں زیادہ تر ماہی گیر تھے۔

انجیل یوحنا میں لکھا ہے۔

"وہ اپنے گھر آیا، لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔"

اس زمانے میں بیت المقدس میں رومی حکومت کرتے تھے، بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظلم وستم کے خلاف تھے۔ اس لئے بادشاہ پر اعتراض کرتے تھے۔

رومی یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کررہے ہیں۔ اس پر یہ کہ یہودیوں نے بھی بادشاہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف شکایت کی، بادشاہ نے گرفتاری کا حکم دیا

اور سزا تجویز کی۔ لیکن اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق انجیل میں لکھا ہے ''اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط بخشے گا ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔'' (یوحنا)

ایک اور جگہ اسی طرح کا ذکر ہے، لیکن وہ فارقلیط روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب چیزیں سکھائے گا اور سب باتیں جو کچھ میں نے تمہیں کہی ہیں، تمہیں یاد دلائے گا۔ (یوحنا)

فہرستِ کتب

پیارے بچوں کیلئے شائستہ کہانیاں اور معلوماتی کتابیں

نمبر شمار	عنوان	قیمت	نمبر شمار	عنوان	قیمت
۱	حکایات اور کہانیاں (نیر ندیم)	۲۴/۰	۲۲	سائنسی معلومات (امیر حسین علی امام)	۲۰/۰
۲	اسلامی کہانیاں (شائستہ فرید)	۱۵/۰	۲۳	سائنس کا انسائیکلو میڈیا (امیر حسین علی امام)	۳۰/۰
۳	تاریخی کہانیاں (ارم فضل)	۱۵/۰	۲۴	مشہور شخصیات (خالد خلیل / نیر ندیم)	۳۰/۰
۴	سچی کہانیاں (ارم فضل)	۱۵/۰	۲۵	عالم حیرت (خالد خلیل / ندیم ساگر)	۳۶/۰
۵	اخلاقی کہانیاں (رحمٰن ضیاء)	۱۵/۰	۲۶	عالمی معلومات (خالد خلیل)	۳۶/۰
۶	سبق آموز کہانیاں (ابن حسن نگار)	۱۵/۰	۲۷	حیرت انگیز عالمی معلومات	۳۶/۰
۷	دیس دیس کی کہانیاں (ابن حسن نگار)	۱۵/۰	۲۸	دلچسپ و عجیب عالمی معلومات	۳۶/۰
۸	شہزادے شہزادیوں کی کہانیاں (ابن حسن نگار)	۱۵/۰	۲۹	عجیب و غریب عالمی معلومات	۴۲/۰
۹	انمول کہانیاں (ابن حسن نگار)	۱۵/۰	۳۰	تین ہزار تین سو اشعار (بیت بازی)	۹/۰
۱۰	طلسماتی کہانی (ابن حسن نگار)	۱۵/۰	۳۱	میرا دل ہے پاکستان (قومی نغمے) (نشان)	۹/۰
۱۱	جانوروں کی کہانیاں (عبدالمعید خان)	۱۵/۰	۳۲	دل دل پاکستان (قومی نغمے) (نشان)	۲۵/۰
۱۲	پہیلیاں خالد خلیل	۱۲/۰	۳۳	نغمات وطن (قومی نغمے) (نیر ندیم)	۱۳/۵۰
۱۳	کلیاں (نظمیں) قرۃ العین شاہد	۱۵/۰	۳۴	منتخب نعتیں (سید وسیم الدین)	۲۵/۰
۱۴	ذہنی آزمائش (عاصم کامل / خالد نبیل)	۱۸/۰	۳۵	مشہور نعتیں (سید وسیم الدین)	۲۵/۰
۱۵	دیکھیں آپکی ذہانت (زاہد شیخ)	۱۵/۰	۳۶	جمال مصطفےٰ (نعتیں) (صبیح رحمانی)	۲۵/۰
۱۶	ذہانت شرط ہے (زاہد شیخ)	۱۲/۰	۳۷	مضمون نویسی (عبدالمعید خان)	۴۸/۰
۱۷	اقوال زریں (امیر حسین علی امام)	۱۲/۰	۳۸	محاورات ضرب الامثال (فرید حسین)	۲۴/۰
۱۸	تقریر کرنا سیکھیں (نیر ندیم)	۴۵/	۳۹	IDIOMS	۲۱/۰
۱۹	اسلامی دینی معلومات (امیر حسین علی امام)	۲۱/۰	۴۰	مضمون نویسی افسانہ نگاری (پروفیسر شاکر خان)	۶۰/۰
۲۰	ذخیرہ معلومات عامہ (عکاس بالگرامی)	۲۱/۰	۴۱	نیک بیبیاں (سید وسیم الدین)	۱۲/۰
۲۱	خزانہ معلومات عالم (خالد خلیل)	۲۰/۰	۴۲	پاپولر گرامر انگریزی اردو (محمد انیس اختر)	۴۵/۰۰

پیارے ننھے بچوں کیلئے پیاری پیاری کتابیں

- اخلاقی کہانیاں
- اسلامی کہانیاں
- تاریخی کہانیاں
- سچی کہانیاں
- طلسماتی کہانیاں
- آسان کہانیاں
- انمول کہانیاں
- حکایات اور کہانیاں
- دیس دیس کی کہانیاں
- شہزادے شہزادیوں کی کہانیاں
- لطائف (ہنسو ہنساؤ)
- پچاس مشہور شخصیات
- شعبدے بازی کے کرشمے
- پہیلیاں (بوجھو تو جانیں)
- کلیاں (ننھے منے بچوں کی نظمیں گیت)

پیارے بچوں کیلئے

لطائف	60/-
1001 پہیلیاں	100/-
بچوں کا انسائیکلوپیڈیا	150/-
اچھی اچھی کہانیاں	75/-

فرید پبلشر کی پیاری پیاری کتابیں مجلد بڑے سائز پر جو تحفہ کیلئے بھی بہتر ہونگی

ناشر: شاہد فرید پبلی کیشنز، فیڈرل بی ایریا، کراچی

ملنے کا پتہ: فرید پبلشرز اینڈ بک سیلرز، نیو اردو بازار، کراچی